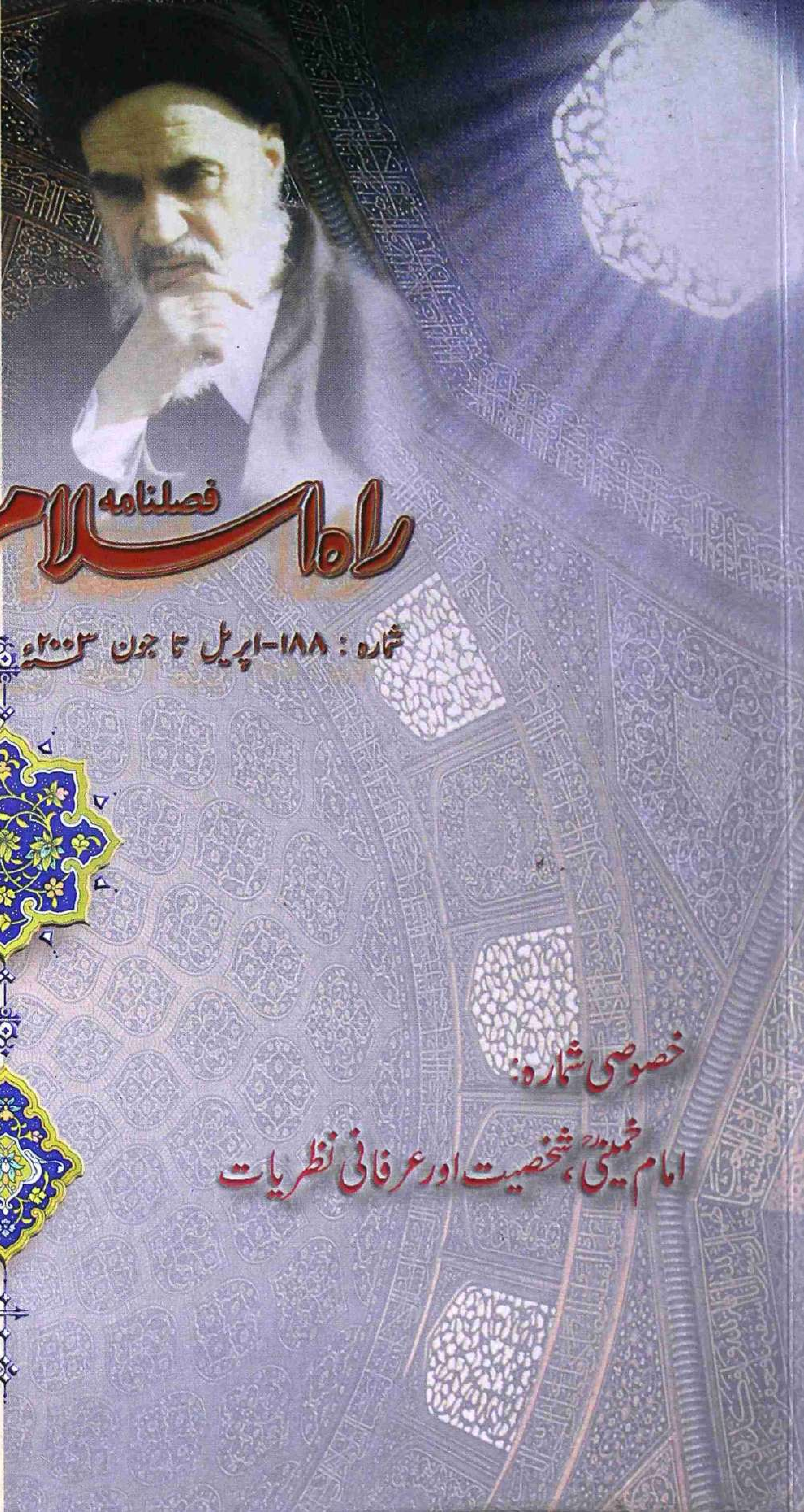

فصلنامہ

راہِ اسلام

شمارہ: ۱۸۸ - اپریل تا جون ۲۰۰۳ء

خصوصی شمارہ:

امام خمینیؒ، شخصیت اور عرفانی نظریات

No. 15008 ...... 6/1/11
Section.... مشرق وسطی ......Status
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

فصلنامہ

راہ اسلام

شمارہ : ۱۸۸ - اپریل تا جون ۲۰۰۳ء

خصوصی شمارہ

امام خمینیؒ، شخصیت اور عرفانی نظریات

ایڈیٹر، پرنٹر و پبلشر

جلال تملہ

خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران ـ ۱۸، تلک مارگ، نئی دہلی - ۱۱۰۰۰۱
فون : ۳۴، ۳۳، ۲۳۳۸۳۲۳۲
فیکس: ۲۳۳۸۷۵۴۷
http://www.iranhouseindia.com
e-mail:director@iranhouseindia.com

٭مشاوران:

مولانا ڈاکٹر علی محمد نقوی

ڈاکٹر اختر مہدی رضوی

٭ہمکاران مجلّہ:

٭تزئین کار : مجید احمدی وخانم عائشہ فوزیہ

٭کمپوزنگ : قاری محمد یاسین

٭ناشر : خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران

۱۸۔تلک مارگ۔نئی دہلی۔۱۱۰۰۰۱

راہ اسلام میں شائع ہونے والے ہر مقالے کا اسلامی جمہوریہ ایران کے نظریات سے مطابق ہونا لازمی نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
محمد

فہرست

ادار یہ :		۵
مقدمہ: وصیت نامہ امام خمینیؒ		۷
امام خمینیؒ کی شخصیت اور ان کے عرفانی افکار	خبر نامہ	۱۷
آیئنۂ زمان	جناب محمد رضا رجب نژاد	۲۱
''سرچشمہ ازلی شعر امام'' (بنظر رباعی)	ڈاکٹر عراق رضا زیدی	۲۹
ملت اسلامیہ کا بحران	پروفیسر سید عزیز الدین حسین	۴۲
امام خمینیؒ کی عرفانی فکر میں تصور قیادت	پروفیسر شاہ وسیم	۵۳
حضرت امام خمینیؒ، قناعت اور سادگی کا پیکر	مرغوب حیدر عابدی	۶۱
انسانی فضائل وکمالات اور امام خمینیؒ	سید محمود نقوی	۶۶
امام خمینیؒ اور معاد وقیادت	سید علی کاظم	۷۰
امام خمینیؒ کی عرفانی فکر میں ابدی چہرہ	عبد الحسین مصطفیٰ موسوی	۸۰
امام خمینیؒ ایک مرد عارف	پروفیسر سیدہ بلقیس فاطمہ حسینی	۸۲
امام خمینیؒ کے افکار میں خداشناسی	ڈاکٹر سیدہ خورشید فاطمہ حسینی	۹۴
امام خمینیؒ کا عشق وعرفان...	شہناز پروین	۹۹
قناعت وسادہ زیستی امامؒ	ڈاکٹر زہرہ خاتون	۱۱۸
قناعت وسادہ زیستی امام خمینیؒ	ڈاکٹر نسیم شاہد	۱۲۶
منتخب اشعار عرفانی۔اردو ترجمہ	حضرت امام خمینیؒ	۱۳۱

اداریہ:

اسلام میں ''امام'' کا مفہوم بہت ہی بلند وبالا ہے۔ امام اسلام کے مکمل اعتقادی نظام کا چلتا پھرتا اور جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ امام کی ذات مذہب کی تجلی ہے۔ ''امام'' انسان کامل'' کے تصور کا زندہ تجسم اور خدا کی خلقت کا کامل ترین نمونہ ہے۔

اسی وجہ سے اسلام میں امام کا ہر عمل ''اُسوہ'' اور ہر کلام ''سند'' قرار پاتا ہے۔ اسلام میں عنوان (بطور مطلق) ان ذات مقدسہ کو دیا جاتا ہے جو علم ودرک الٰہی، تقویٰ، پرہیزگاری، امانتداری اور تقرب الٰہی کے اس درجے پر فائز ہیں کہ ان میں ''خطا'' اور غلطی' کا امکان ہی نہیں۔ وہ معصوم اور قرآن ناطق (بولتا ہوا قرآن) ہیں۔

امام کی اہم ترین صفت ''عدالت' ہے۔ عادل ہونا ہی سچے اور واقعی ''امام'' کو دوسرے دعویداروں سے ممتاز کرتا ہے۔ عدالت، دوسری صفتوں کی طرح ایک صفت نہیں بلکہ تمام اچھے صفات سے مزین ہونے اور ناپسندیدہ صفات کے دور ہونے کی مجموعی صورت کا نام ہے۔ عادل ہونا، عالم یا زاہد ہونے کی طرح ہی نہیں بلکہ جب کسی شخصیت میں علم، زھد، تقویٰ، شجاعت دینداری، حقوق الٰہی، حقوق نفس، حقوق الناس سب کی رعایت کی مجموعی کیفیت آجائے اس وقت اس کو ''عادل'' کہا جاتا ہے۔ اس کی شخصیت میں یہ صفت ایسی رچ بس جاتی ہے کہ اس کا ہر عمل، اس کا ہر قول، اس کی ہر بات موزوں، مناسب اور صحیح ہوتی ہے، فرزند کی حیثیت سے، شوہر کی حیثیت سے باپ کی حیثیت سے ہونا، بھائی کی حیثیت سے معلم، مرشد، رہبر اور فرمانبردار کی حیثیت سے وہ کبھی جادہ حق وانصاف سے نہیں ہٹتا۔ اس وقت اس ذات کو ''عادل'' کہا جاتا ہے۔ یہ عدالت کی صفت کامل طور پر تو ''معصوم'' اور امام میں متجلی ہوتی ہے، مگر اس صفت کا اظہار، مختلف درجوں میں افراد میں بھی ہوتا ہے۔ جس عام فرد میں معمولی درجے پر یہ صفت آجاتی ہے وہ عالم الٰہی، عارف باللہ یا مسلمانوں کا رہبر بن

جاتا ہے۔ اس کو بھی ''امام'' کہا جاتا ہے مگر یہ امام اس مطلق مفہوم میں نہیں جس میں معصوم کو امام کہا جاتا ہے۔ امام خمینیؒ اسی مفہوم کے حامل تھے۔ عدالت کی صفت جس وقت اور معمولی درجے پر بھی افراد میں آجاتی ہے، اس وقت ایک مثالی معاشرہ قائم ہوتا ہے۔

عدالت کی صفت میں ایسی کشش ہے کہ کسی ''امام عادل'' کی موجودگی اس کا سبب بنتی ہے کہ معاشرہ کے افراد کا رجحان عدالت کی طرف ہوجائے اور ان میں عدالت کا پرتو نظر آنے لگے۔ عام افراد بھی رہبر عادل کی اقتدا و پیروی کرتے ہیں۔ اس کی صفت عدالت سے پورا معاشرہ منور ہوجاتا ہے۔ حاکم اور فرمانروا کی حیثیت سے ہوتا ہے، معاشرہ میں ان کا دور دورہ ہوتا ہے اور جن کا تعلق تاریکی، برائی، اور نفاق سے ہوتا ہے ان کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔

جو کچھ عرض کیا گیا اس کا کامل مصداق تو صرف معصومین اور ائمہ اطہار ہیں لیکن ان کے غلاموں میں سے بھی جو ان کی پیروی کرتا ہے وہ ان کے فیض سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اس میں بھی ایک حد تک یہ خصوصیات آجاتی ہیں۔ امام خمینیؒ اس بات کا روشن نمونہ ہیں۔

امام خمینیؒ کے وجود اور ان کی کامیابی نے ثابت کردیا کہ آج بھی جب کوئی پاکیزہ نفس فرد جس کی شخصیت میں اسلامی عدالت رچ بس گئی ہو، معاشرہ میں عدالت قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے تو نہ صرف معاشرہ لبیک کہتا ہے بلکہ اس معاشرہ میں انقلابی تبدیلی بھی آجاتی ہے۔ امام خمینیؒ کی کامیابی اس کا مظہر ہے کہ ایران کا معاشرہ عدالت کے اسی پیغام کو سننے کیلئے بیتاب تھا جس کی صدا چودہ صدیوں پہلے عالمی فضا میں گونجی تھی اور جس ملکوتی آواز نے دنیا کے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں کو آزادی، عدالت، روحانیت کی لذت سے آشنا کیا تھا۔

امام خمینیؒ کی دعوت پر بھی کروڑوں انسان اٹھ کھڑے ہونے اور کروڑوں انسانوں کے دلوں میں خود ہی، اسلامی آزادی اور عدالت کی مشعل روشن ہوگئی جس سے دنیا کا توازن بدل گیا ان کو خداوند امام خمینیؒ کو اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے اور انھیں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ محشور فرمائے۔

❀❀❀

مقدمہ: وصیت نامہ امام خمینیؒ

بسم الله الرحمن الرحيم

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: انى تبارک فيكم الثقلين كتاب الله وعترتى اهل بيتى فاِنّهما لن يفترقاحتى يردا على الحوض۔

الحمد لله وسبحانک اللهم صل على محمد وآله مظاهر جمالک وجلالک وخزائن اسرار كتابک الذى تجلى فيه الاحديه بجميع اسمائک حتى المستائثر منها الذى لا يعلمه غيرک واللعن على ضالميهم اصل الشجرة الخبيثة۔ وبعد

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں ''ثقلین'' قرآن اور اہل بیتؑ) کے بارے میں بطور مختصر کچھ تذکرہ کردوں، البتہ ان کے عرفانی، معنوی اور غیبی مقامات کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ مجھ جیسے کا قلم اس مرتبہ میں جسارت کرنے سے عاجز ہے جس کا عرفان تمام دائرہ وجود، ملک سے ملکوت اعلیٰ تک اور وہاں سے لاہوت تک پھیلا ہوا ہے اور جو ہماری اور تمہاری سمجھ میں نہ آسکے گا۔ اگر محال نہ کہیں تو سخت اور طاقت تحمل سے مافوق ضرور ہے۔ اور نہ ہی ثقل اکبر اور ثقل کبیر، جو ثقل اکبر یعنی اکبر مطلق کے سوا ہر چیز سے اکبر ہے۔ کے عظیم رتبہ مقام کی حقیقتوں کے ادراک سے مہجور ومحروم ہوجانے سے جو بشیرت پر گزری ہے اس کا ذکر مقصود ہے، نہ ہی جو جوان دونوں ''ثقلین'' پر خدا کے دشمنوں اور بازی گر طاغوتوں کے ہاتھوں گزری ہے ان سب کو بیان کرنا مقصود ہے، کیونکہ ان کا احصار مجھ جیسے انسان کے لئے، معلومات کی کمی اور وقت کی محدودیت کے پیش نظر ممکن نہیں------!

لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ جو کچھ ان ''دوگراں بہا'' چیزوں پر گزری ہے ان کی طرف بہت ہی اختصار کے ساتھ ایک ہلکا سا اشارہ کردوں۔

شاید (رسول خداؐ کا یہ جملہ) "لن یفترقاحتی یردا علی الحوض" اس نکتہ کی طرف اشارہ ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس وجود کے (نظروں سے پنہاں ہوجانے کے) بعد جو کچھ بھی ان دونوں (قرآن وعترت) میں سے کسی ایک پر گزری ہے وہ دوسرے پر بھی گزری ہے۔

ایک کی تنہائی ومہجوریت، دوسرے کی تنہائی ومہجوریت ہے۔

یہاں تک کہ یہ دونوں مہجور ''حوض'' کے پاس رسول خداؐ سے ملاقات کریں۔

(اس ''حوض'' سے کیا مراد ہے؟)

آیا یہ ''حوض'' وحدت سے کثرت کے وصل کا مقام ہے اور سمندر میں قطروں کے ضم ہوجانے کی جگہ ہے یا کوئی اور چیز جہاں تک بشری عقل وعرفان کی رسائی نہیں ہے؟!

اتنا ضرور کہنا چاہئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان دو امانتوں پر طاغوتی طاقتوں نے جو ستم ڈھائے ہیں وہ (درحقیقت) امت مسلمہ بلکہ عالم بشریت پر ظلم ہے جنہیں بیان کرنے سے قلم عاجز ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی بیان کردینا ضروری ہے کہ حدیث ثقلین تمام مسلمانوں کے درمیان (بطور) متواتر (نقل ہوئی) ہے اور اہل سنت کی کی کتابوں صحاح ستہ سے لے کر ان کی دیگر کتابوں تک میں مختلف لفظوں میں اور متعدد مقامات پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطور متواتر نقل ہوئی ہے۔ اور یہ حدیث شریف، تمام انسانوں، خاص طور سے مختلف مسالک ومذاہب کے (پیرو) مسلمانوں پر قاطع حجت ہے اور تمام مسلمانوں کو کہ جن پر حجت تمام ہوچکی ہے اس (حدیث) ثقلین) کا جواب دہ ہونا چاہے۔

اور اگر ناواقف جاہلوں کے لئے عذر (کی گنجائش باقی بھی) ہوتو مذاہب کے علماء کے لئے (قطعی کوئی گنجائش) نہیں ہے۔

آیئے اب یہ دیکھیں کہ اس الٰہی امانت، خدا کی کتاب اور پیغمبر اسلامؐ کے ترکہ پر

کیا گزری ہے؟

وہ افسوسناک مسائل جن پر خون کے آنسو رونے چاہئیں حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد شروع ہوئے۔

خود غرضوں اور طاغوتیوں نے قرآن کریم کو قرآن دشمن حکومتوں کے لیے ذریعہ ووسیلہ بنالیا۔

اور قرآن کے حقیقی مفسروں اور اس کے حقائق سے باخبر ہستیوں کو جنھوں نے پورا قرآن، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا تھا اور انّی تارک فیکم الثقلین کی آواز جن کے کانوں میں گونج رہی تھی، مختلف بہانوں اور پہلے سے تیار شدہ سازشوں کے ذریعہ پس پشت ڈال دیا اور درحقیقت قرآن کے ذریعہ قرآن کو جو حوض تک پہنچنے کے لیے مادی و معنوی زندگی کا عظیم ترین دستور تھا، اور ہے، میدان سے دور کردیا۔ اور حکومت عدل الٰہی جو اس مقدس کتاب کا ایک اہم مقصد تھا اور ہے اس پر خط بطلان کھینچ دیا۔ دین خدا اور الٰہی کتاب وسنت سے انحراف کی بنیاد ڈال دی اور معاملہ اس حد کو پہنچ گیا جس کو بیان کرتے ہوئے قلم کو شرم آتی ہے۔

اور یہ ٹیڑھی بنیاد جیسے جیسے آگے بڑھی، اس کے انحرافات اور کجیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ قرآن کریم جس نے سارے عالم کے رشد وارتقا اور تمام مسلمانوں بلکہ پورے خاندان بشریت کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لیے'' مقام شامخ احدیت سے'' کشف تام محمدیؐ'' تک تنزل کیا تھا تاکہ بشریت کو اس درجہ تک پہنچائے جہاں تک اسے پہنچنا چاہئیے اور اس'' ولیدہ علم الاسماء'' کو شیطانوں اور طاغوتوں کے شر سے آزاد کرے۔ دنیا کو عدل وقسط سے معمور کرے اور حکومت کو معصوم اولیاء اللہ علیہم صلوات الاولین والآخرین کے سپرد کردے تاکہ وہ لوگ انسانیت کے مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے جسے چاہیں سونپ دیں۔

ان طاغوتوں نے اس (قرآن) کو اس طرح میدان عمل سے دور کردیا کہ گویا ہدایت ورہنمائی سے اس کا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔

اور یہ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ قرآن کو ظالم و ستمگر حکومتوں اور طاغوتوں سے بھی بدتر، خبیث ملاؤں کے ہاتھوں، ظلم وستم اور فساد قائم کرنے اور ستمگروں نیز حق تعالٰی کے دشمنوں (کی بد اعمالیوں) کی توجیہ کا ذریعہ بنالیا گیا۔

اور افسوس صد افسوس! اس سرنوشت ساز کتاب قرآن کا رول سازشی دشمنوں اور جاہل دوستوں کے ہاتھوں، قبرستانوں اور مردوں کی فاتحہ کی مجلسوں میں محدود ہوگیا تھا اور (آج بھی یہی حال) ہے۔ جس کتاب کو مسلمین و بشریت کے اتحاد کا ذریعہ اور کتاب زندگی ہونا چاہیئے تھا وہ اختلاف وتفرقہ کا وسیلہ بن گئی اور یا پھر بالکل میدان عمل سے اور ہی دور ہوگئی۔

چنانچہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ اگر کوئی شخص اسلامی حکومت کی بات بھی کرتا تھا اور سیاست جو اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہم رول ہے اور قرآن وسنت اس سے لبریز ہے اگر کوئی اس کا نام بھی زبان پر لاتا تھا تو گویا وہ عظیم ترین گناہ کا مرتکب ہوگیا ہے اور ''سیاسی مولوی'' کا لفظ ''لادین مولوی'' کے مترادف ہوگیا تھا۔

اور آج بھی یہی کیفیت ہے۔

آج کل بڑی شیطانی طاقتیں، اسلامی تعلیمات سے دور اور منحرف حکومتوں کے ذریعہ جو اسلام سے وابستہ ہونے کی جھوٹی دعویدار بھی ہیں، قرآن کو مٹانے اور بڑی طاقتوں کے شیطانی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے قرآن کو خوبصورت تحریروں میں چھاپ کر اطراف واکناف میں بھیج رہی ہیں اور اس شیطانی حیلہ کی آڑ میں قرآن کو میدان عمل سے نکال باہر کررہی ہیں۔

ہم سب نے اس قرآن کو دیکھا ہے جسے محمد رضاخاں پہلوی نے چھاپ کر کچھ لوگوں کو اپنے جال میں پھانس لیا اور اسلامی مقاصد سے بے خبر کچھ ملا اس کے مداح بھی (ہوگئے) تھے۔

اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ملک فہد ہر سال عوام کی بے کراں دولت سے ایک بڑی رقم قرآن کریم چھاپنے اور قرآن مخالف مذاہب کے پروپگنڈے پر خرچ کررہا ہے۔ سراسر بے

بنیاد اور خرافاتی مذہب وہابیت کو پھیلانے کی کوشش کررہا ہے۔ غافل عوام اور قوموں کو بڑی طاقتوں (کی غلامی) کی جانب موڑ رہا ہے قرآن اور اسلام کو مٹانے کے لیے اسلام عزیز اور قرآن کریم کو (ناجائز طور پر) استعمال کررہا ہے۔

ہمیں اور سرتاپا، اسلام وقرآن کی وفادار قوم کو فخر ہے کہ وہ اس مذہب کی پیرو ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے درمیان اتحاد کے پیغام سے معمور قرآنی حقائق کو قبرستانوں سے نجات دلاکر ایسے عظیم ترین نسخہ نجات کے عنوان سے پیش کرنا چاہتا ہے جو انسان کو ان تمام زنجیروں اور بندشوں سے آزادی دلا سکتا ہے جن میں اس کے قلب وعقل اور ہاتھ پیر جکڑے ہوئے ہیں اور اسے فنا ونیستی، نیز طاغوتیوں کی غلامی وبندگی کی طرف کھینچ رہی ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم اس مذہب کے پیرو ہیں جس کی بنیاد خدا کے حکم سے رسول خداؐ نے ڈالی ہے اور انسانوں کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانے کی ذمہ داری ہر قسم کی قیدو بند سے آزاد (خدا کے) بندے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو سونپی گئی ہے۔

ہمیں فخر ہے کہ "نہج البلاغہ" جو قرآن کے بعد مادی ومعنوی زندگی کا عظیم ترین دستور اور انسانوں کو آزادی بخشنے والی اعلیٰ ترین کتاب ہے۔ اور اس کے حکومتی اور معنوی احکام وفرامین بہترین راہ نجات ہیں ہمارے معصوم امامؑ سے تعلق رکھتی ہے۔

ہمیں فخر ہے کہ ائمہ معصومینؑ ، علی ابن ابی طالبؑ سے منجی بشریت حضرت مہدی صاحب زمان علیہم آلاف التحیات والسلام تک جو خدائے قادر کی قدرت وتوانائی سے زندہ اور تمام امور کے نگراں ہیں ہمارے امامؑ ہیں۔

ہم کو فخر ہے کہ حیات بخش دعائیں جنہیں "قرآن صاعد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ہمارے ائمہ معصومین کی تعلیم کردہ ہیں۔

ہمیں ناز ہے کہ ائمہؑ کی مناجات شعبانیہ، حسین ابن علی علیہ السلام کی دعائے عرفات، زبور آل محمد صحیفہ سجادیہ" اور زہرائے مرضیہ پر خدا کی جانب سے الہام شدہ کتاب

"صحیفہ فاطمیہ" ہم سے تعلق رکھتی ہے۔

ہمیں افتخار ہے کہ باقر العلوم (امام محمد باقرؑ) جو تاریخ کی عظیم ترین شخصیت ہیں اور ان کے مقام ومنزلت کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے سوا نہ کوئی درک کرسکا ہے اور نہ ہی درک کرسکتا ہے، ہمارے ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارا مذہب جعفری ہے اور ہماری فقہ جو ایک بیکراں سمندر ہے اس مذہب کے آثار میں سے ایک ہے۔

ہمیں اپنے تمام معصوم ائمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین پر فخر ہے اور ہم ان کی اطاعت کا عہد کیے ہوئے ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارے ائمہ معصومین صلوات اللہ وسلامہ علیہم نے دین اسلام کی سربلندی اور قرآن کریم کو جس کا ایک پہلو عدل وانصاف پر مبنی حکومت کی تشکیل ہے جامعہ عمل پہنانے کی راہ میں قید اور جلاوطنی میں زندگی گزاری اور آخر کار اپنے زمانہ کی ظالم وجابر طاغوتی حکومتوں کو نابود کرنے کی راہ میں شہید ہوگئے۔

اور آج ہمیں فخر ہے کہ ہم قرآن وسنت کے مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور ہماری قوم کے مختلف طبقے اس عظیم اور تقدیر ساز راہ میں سروتن کی پرواہ کیے بغیر جان ومال اور اپنے عزیزوں کا نذرانہ بارگاہ خدا میں پیش کررہے ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہماری خواتین چاہے وہ بوڑھی ہوں یا جوان۔ چھوٹی ہوں یا بڑی، سب کی سب، عسکری، معاشی اور ثقافتی میدانوں میں حاضر ہیں اور مردوں کے شانہ بشانہ یا ان سے بہتر طریقہ سے قرآن کریم کے مقاصد اور اسلام کی سربلندی کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

جن خواتین میں جنگ کرنے کی توانائی ہے وہ اسلام اور اسلامی ملک کے دفاع کی خاطر جوا ہم واجبات میں شمار ہوتا ہے فوجی تربیت حاصل کرنے میں مشغول ہیں اور ان محرومیوں سے جو دشمنوں کی سازش اور اسلام وقرآن کے احکام سے دوستوں کی ناواقفیت کے

سبب ان پر بلکہ اسلام اور مسلمانوں پر زبردستی لاد دی گئی تھی ، نہایت شجاعت اور احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے کو آزاد کرالیا ہے اور ان خرافات کے حصار سے خارج ہوگئی ہیں جنہیں دشمنوں نے اپنے مفادات کی خاطر نادانوں اور مسلمانوں کے مفادات سے بے خبر بعض ملاؤں کے ذریعہ ایجاد کیا تھا۔اور جن میں جنگ کرنے کی توانائی نہیں ہے وہ محاذ کے پیچھے اتنی قیمتی خدمات میں مشغول ہیں جو ملت کے دل میں شوق و وجد کی لہر پیدا کردیتی ہیں اور دشمنوں نیز دشمنوں سے بدتر جاہلوں کے دلوں کو غیض و غضب سے دہلا دیتی ہیں۔

ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ عظیم المرتبت خواتین ، حضرت زینب علیہا السلام کے انداز میں اعلان کررہی ہیں کہ:

ہم اپنی اولاد قربان کرچکے ہیں ۔ خدا اور اسلام عزیز کی سربلندی کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا چکے ہیں اور ہمیں اس پر فخر ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم نے (ان قربانیوں کے بدلہ میں) جو کچھ حاصل کیا ہے وہ جنات نعیم سے بھی بدتر ہے ۔ پھر اس دنیا کی ناچیز متاع کی کیا حقیقت ہے۔

ہماری قوم بلکہ تمام اسلامی قوموں اور مستضعفین عالم کو فخر ہے کہ ان کے دشمن جو خدائے بزرگ، قرآن کریم اور اسلام عزیز کے دشمن ہیں ایسے درندے ہیں جو اپنے منحوس اور مجرمانہ مقاصد کی تکمیل کی خاطر کسی قسم کے بھی جرائم وخیانت سے عار محسوس نہیں کرتے اور اپنی پست خواہشات کے حصول اور اقتدار کی گدی تک پہنچنے کی رہ میں دوست و دشمن میں تمیز نہیں کرتے ۔ اور ان دشمنوں کا سرغنہ امریکہ ہے۔ جس کی گھٹی میں دہشت گردی شامل ہے۔ اس حکومت نے پوری دنیا میں آگ لگا رکھی ہے اور اس کی حلیف وہ عالمی صہیونیت ہے جو اپنے حریصانہ مقاصد کی تکمیل کی خاطر ایسے ایسے جرائم کی مرتکب ہوئی ہے جنہیں قلم لکھنے اور زبان بیان کرنے سے شرم محسوس کرتی ہے۔ ''عظیم اسرائیل'' کا احمقانہ خیال اسے ہر قسم کے جرم وخیانت کی طرف کھینچتا ہے۔

اسلامی قوموں اور مستضعفین عالم کو فخر ہے کہ ان کے دشمن چھیری لگانے والا جرائم

پیشہ ، اردن، کا (حکمراں) حسین اور جرائم پیشہ اسرائیل کے ہم نوالہ وہم پیالہ حسن وحسنی مبارک ہیں جو امریکہ واسرائیل کی خدمت کی راہ میں اپنی قوموں سے ہر طرح کی خیانت کرنے پر کمر بستہ ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہمارا دشمن صدام عفلقی ہے جسے دوست ودشمن سبھی ایک جرائم پیشہ اور بین الاقوامی قوانین اور انسانی اور حقوق کا دشمن جانتے ہیں۔سب جانتے ہیں کہ عراق کی مظلوم قوم اور خلیج کی ریاستوں سے اس کی خیانت ، ایرانی قوم کے ساتھ اس کی خیانت سے کم درجہ نہیں رکھتی۔

ہمیں اور دنیا کی مظلوم قوموں کو فخر ہے کہ عالمی پروپگنڈہ مشنریاں اور ذرائع ابلاغ ہم پر اور دنیا کے تمام مظلوموں پر اس جرم وخیانت کا الزام لگاتے ہیں جن کا انھیں جرائم پیشہ بڑی طاقتوں کی طرف سے حکم ملتا ہے۔

اس سے بڑھ کر فخر کی بات اور کیا ہوگی کہ امریکہ اپنے تمام دعووں اتنے سارے جنگی سازوسامان ، اپنی اتنی ساری غلام ووابستہ حکومتوں،پسماندہ مظلوم قوموں کی بیکراں دولتوں پر قبضہ جمائے رہنے اور تمام ذرائع ابلاغ پر کنٹرول رکھنے کے باوجود حضرت بقیۃ اللہ (امام مہدی) ارواحنا المقدمۃ الفداء کے ملک اور ایران کی غیور قوم کے مقابلہ میں اس قدر عاجز اور ذلیل ورسوا ہو چکا ہے کہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کس کو سہارا بنائے جس کی طرف رخ کرتا ہے،منفی جواب ملتا ہے اور یہ سب کچھ حضرت باری تعالیٰ جلت عظمۃ کی غیبی نصرت ومدد کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ جس نے قوموں کو خاص طور سے اسلامی ایران کی قوم کو بیدار کرکے ''ستم شاہی'' کی ظلمتوں سے نور اسلام کی طرف ہدایت فرمائی ہے۔

میں اب شریف ومظلوم قوموں اور ایران کی عزیز ملت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ پورے عزم وثبات قدم کے ساتھ اس الٰہی صراط مستقیم پر ڈٹے رہیں جو نہ ملحد مشرق سے وابستہ ہے اور نہ کافر وستمگر مغرب سے۔ بلکہ یہ وہ راستہ ہے جسے خداوند عالم نے انہیں عطا کیا ہے

اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس نعمت کا شکرانہ بجالانے سے غلفت نہ برتیں اور بڑی طاقتوں کے ایجنٹوں کے ناپاک ہاتھ، چاہے وہ بیرونی ایجنٹ ہوں یا ان سے بدتر داخلی ایجنٹ۔ ان کی پاک (اور خالص) نیت میں تزلزل اور آہنی ارادہ میں رخنہ پیدا نہ کرنے پائیں اور جان لیں کہ دنیا کے ذرائع ابلاغ اور مشرق ومغرب کی شیطانی طاقتیں جس قدر لاف وگزارف کررہی ہیں وہ ان کی الٰہی طاقت وقدرت کی دلیل ہے اور خداوند عالم ان (مجرموں) کو اس عالم میں بھی سزا دے گا اور دوسرے تمام عالموں میں بھی۔ **انه ولی النعم وبیده ملکوت کل شئی۔**

میں پوری عاجزی اور تواضع سے مسلمان قوموں سے درخواست کرتا ہوں کہ ائمہ اور عالم بشریت کے ان عظیم رہنماؤں کی عسکری، معاشی، اجتماعی اور سیاسی ثقافت کی شائستہ طور پر جان ودل سے اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانیں قربان کرکے پیروی کریں۔

منجملہ ان کے فقہ سنتی (یعنی مروجہ فقہ) ہے، جو دبستان رسالت وامامت کی ترجمان اور قوموں کی عظمت وترقی کی ضامن ہے۔ چاہے وہ اس کے احکام اولیہ ہوں یا احکام ثانویہ، کیونکہ یہ دونوں ہی اسلامی فقہ کے دبستان سے ہیں۔ مسلمان اس سے ذرہ برابر منحرف نہ ہوں اور حق ومذہب کے دشمن خناسوں کے وسوسوں پر کان نہ دھریں اور یہ جان لیں کہ اس فقہ سے ایک گام انحراف بھی مذہب، اسلامی احکام اور الٰہی حکومت عدل کے سقوط کا مقدمہ ہے۔

منجملہ ان کے نماز جمعہ وجماعت ہے جو نماز کے سیاسی پہلو کو اجاگر کرتی ہے اس کی طرف سے ہرگز غفلت نہ برتیں۔ کیونکہ یہ نماز جمعہ جمہوری اسلامی ایران پر حق تعالیٰ کی عظیم ترین عنایتوں میں سے ایک ہے۔

منجملہ ان کے ائمہ اطہارؑ اور خاص طور سے مظلوموں کے سید وسردار، شہیدوں کے سرور وسالار، حضرت ابی عبد اللہ الحسینؑ کی عزاداری ہے۔ خدا، اس کے انبیاء اس کے ملائکہ اور صلحاء کی بے پایاں صلوٰۃ ہو آپ کی حماسہ آفرین روح پر۔ اس عزاداری کی طرف سے کبھی بھی غافل نہ ہوں اور یادرکھیں کہ اسلام کے اس عظیم تاریخی حماسہ کو زندہ رکھنے اور اس کی یاد منانے کے

سلسلہ میں ائمہ علیہم السلام کے جتنے بھی احکام وفرامین ہیں اور اہل بیتؑ پر ظلم وستم کرنے والوں کے سلسلہ میں جتنی بھی لعن ونفرین ہے یہ سب کچھ ابتدائے تاریخ سے قیامت تک کے ظالم وستمگر سرغناؤں کے خلاف قوموں کی شجاعانہ آواز وفریاد ہے اور آپ جانتے ہیں کہ بنی امیہ (لعنت اللہ علیہم) کے ظلم وستم کے خلاف فریاد اور ان پر لعن ونفرین ۔ اگرچہ وہ خود جہنم واصل ہوچکے ہیں اور ان کی نسل منقطع ہوچکی ہے ۔ یہ درحقیقت دنیا کے تمام ظالموں کے خلاف آواز ہے اور اس ستم شکن فریاد کو زندہ رکھنے کا وسیلہ ہے۔

ضروری ہے کہ ائمہ حق علیہم سلام اللہ کے نوحوں، مرثیوں اور مدحیہ اشعار (قصیدوں) میں ہر جگہ اور ہر دور کے ظالموں کے مظالم اور ان کے دلخراش جرائم کا موثر طور پر ذخرہ کیا جائے۔ اور ہمارا یہ دور جوامریکہ، روس اور ان کے تمام گماشتوں، منجملہ ان کے حرم بزرگ الٰہی سے خیانت کرنے والے آل سعود (لعنت اللہ وملائکۃ ورسلہ علیہم) کے ہاتھوں عالم اسلام کی مظلومیت کا دور ہے (ان کے مظالم) موثر طور پر یاددلائے جائیں اور ان پر لعن ونفرین کی جائے۔ اور ہم سب کو یہ جان لینا چاہیے کہ وہ چیز جو مسلمانوں کے درمیان اتحاد ووحدت کا ذریعہ ہے یہی سیاسی مراسم ہیں جو تمام مسلمانوں اور خاص طور سے ائمہ اثنا عشر علیہم صلوات اللہ وسلم کے شیعوں کی ملّیت کے حافظ ہیں ۔

یہاں یہ یاد دہانی بھی ضروری ہے کہ میری یہ الٰہی وسیاسی وصیت صرف ایران کی عظیم الشان قوم ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ وصیت تمام اسلامی قوموں اور دنیا کے مظلوموں کے لئے ہے چاہے وہ جس مذہب وملت سے بھی تعلق رکھتے ہوں۔

خداوند عزوجل سے عاجزانہ دعا کرتاہوں کہ ایک لحظہ کے لئے بھی ہمیں اور ہماری قوم کو اپنے حال پر (تنہا) نہ چھوڑے اور فرزندان اسلام نیز مجاہدینِ عزیز کو ایک لحظہ کے لیے بھی اپنی غیبی عنایتوں سے محروم نہ فرمائے۔

روح اللہ الموسوی الخمینی

امام خمینیؒ کی شخصیت اور ان کے عرفانی افکار

حضرت امام خمینیؒ بانیٔ جمہوری اسلامی ایران کی ۱۴ ویں برسی کے موقع پر ۵ رجون ۲۰۰۳ء ۱۵ خرداد چالیسویں تحریک آزادی و انقلاب کے موقع پر خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران نئی دہلی میں دو روزہ قومی سمینار زیرعنوان امام خمینیؒ کی شخصیت اور ان کے عرفانی افکار پر منعقد کیا گیا۔

اس قومی سمینار کا افتتاح شام ساڑھے سات بجے عمل میں آیا۔ جس میں تقریباً ۲۰۰ افراد پر مشتمل علمائے کرام و اساتذۂ کرام کے علاوہ دانشور حضرات نے شرکت کی۔ اس پروگرام کے خصوصی مہمانوں اور مقررین میں سفیر محترم جمہوری اسلامی ایران جناب سیاوش زرگر یعقوبی، کلچرل کاؤنسلر خانہ فرہنگ جناب عیسیٰ رضازادہ، کلچر ہاؤس دہلی کے مدیر جناب جلال تملہ، سازمان مدارس کے ہندوستان میں ایرانی نمائندے جناب حجۃالاسلام رجب نژاد، مسجد فتح پوری کے شاہی امام جناب ڈاکٹر مولانا مفتی محمد مکرم احمد، سفارت خانۂ افغانستان کے کلچرل کاؤنسلر جناب پروانی کے علاوہ سفارت خانۂ شام کے نمائندے نے خصوصی طور پر شرکت کی۔

اس موقع پر خطبات کے درمیان دو مشہور ہندستانی شعرائے کرام نے منظوم نذرانہ عقیدت بھی پیش کیا۔ اس پروگرام کی نظامت جامعہ کلچر سوسائٹی کے ڈائرکٹر پروفیسر عزیز الدین نے فرمائی۔ جلسہ کا آغاز جناب سید ناصر سادات شریفی نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔

ایران کلچر ہاؤس کے ڈائرکٹر جناب جلال تملہ نے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے

سمینار کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں امام خمینیؒ کے سلسلے میں عرض کیا کہ اسلامی تمدن میں امام کا لفظ یعنی عقیدہ کا عملی اور عینی نمونہ پیش کرنا اور عدالت یعنی تمام اچھے صفات کو اپنانا اور برے صفات کا ترک کرنا ہیں امام اور رہبر اسلامی موضوع سمینار ہے اور اس کے ساتھ آپ نے امام خمینیؒ کی شخصیت اوران کے صفات برجستہ پر روشنی ڈالی۔

سفارت افغانستان کے کلچر کاؤنسلر جناب پروانی نے امام خمینیؒ کی شاعری میں مفہوم عشق کے موضوع پر گرانقدر مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے امام خمینیؒ کے عرفانی افکار کے مختلف پہلوؤں پر بھی اظہار خیال فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ امام خمینیؒ کی عظیم شخصیت کو مسلم معاشرہ نے ایک عارف کامل کی حیثیت سے نہیں پہچانا۔

اس موقع پر ڈاکٹر عین الحسن عابدی استاد زبان فارسی جواہر لال نہرو یونیورسٹی نے منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ اور حجۃ الاسلام جناب رجب نژاد نے اپنی عالمانہ تقریر میں امام خمینیؒ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا دنیا کے سیاستدانوں اور مفکروں کی نظر سے جائزہ لیا۔

جامع مسجد فتح پوری دہلی کے امام مولانا مفتی محمد مکرم احمد نے اپنی تقریر میں کہا کہ یہ امام خمینیؒ کی شخصیت پر خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کی کے ذریعہ منعقد کیا گیا یہ پرشکوہ پروگرام قابل ستائش ہے۔ انہوں نے کہا کہ امام خمینیؒ کی اتحاد آمیز شخصیت ہی کی کشش ہے کہ مختلف طبقہ فکر کے لوگوں کے علاوہ مختلف ممالک کے سفارتکاروں کی موجودگی خود اس بات کی دلیل ہے کہ امام خمینیؒ ایک انسان کامل تھے یہی سبب ہے کہ مختلف طبقوں کے لوگ یہاں موجود ہیں۔

پروگرام میں شریک دوسرے مشہور شاعر جناب شکیل شمسی نے بھی منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ جس کے بعد سفیر محترم جمہوری اسلامی ایران جناب یعقوبی نے حاضرین کا خیر مقدم کرتے ہوئے انگریزی زبان میں تقریر فرمائی۔ انہوں نے امام خمینیؒ کی پیرس اور حسینیہ جماران کی سادہ زندگی کی طرف اشارہ کیا۔انہوں نے غیر ملکی شخصیتوں اور نامہ نگاروں کے حوالہ سے کہا

کہ امام خمینیؒ دیگر مذاہب کا خصوصی احترام کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی تقریر کے درمیان مزید کہا کہ ہمارا راستہ نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ امام خمینی کے سبب ہم کو ایک مستحکم راہ ملی ہے۔

سمینار کے آخری مرحلہ میں جناب عیسیٰ رضازادہ کلچرل کاؤنسلر جمہوری اسلامی ایران نے اپنی تقریر میں عقیدتمندان امام خمینیؒ کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے اس پروگرام کو امام خمینی کی شخصیت اور ان کے عرفانی افکار کا افتتاحی اجلاس قرار دیتے ہوئے کہا کہ اجلاس میں اٹھارہ سے زائد فکر انگیز مقالے اساتید کرام واسکالر حضرات کے ذریعے پڑھے جائیں گے۔ جس میں سمینار کے موضوعات کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی جائے گی۔

آپ نے امام خمینیؒ کے عرفانی افکار کے مختلف پہلوؤں کو سمینار کا موضوع قرار دیتے ہوئے مزید کہا کہ یہ بات قابل افسوس ہے کہ امام خمینیؒ کی شخصیت کو صرف سیاسی نقطۂ نظر سے ہی دیکھا گیا ہے جبکہ ان کی عرفانی شخصیت اور عرفانی شاعری کا پہلو ایک خاص وصف اور صفت کا حامل ہے۔ جس پر ہمیں زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

آپ نے اپنی تقریر میں امام خمینیؒ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال فرمایا۔
آپ نے اپنے اختتامیہ کلمات میں سمینار میں شریک محققین واسکالر حضرات کی کامیابی کی دعا کرتے ہوئے سمینار کے اجلاسوں کی تفصیل سے روشناس کرایا۔ آخر میں آپ نے معزز حاضرین وشرکاء سمینار کو اشاعیہ کی دعوت دی۔

سمینار کے دوسرے دن مورخہ ۵ رجون کو اٹھارہ سے زیادہ مقالے سمینار کے مختلف موضوعات پر پڑھے گئے۔

سمینار کی پہلی نشست کا آغاز جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ممتاز پروفیسر عزیز الدین صاحب کی صدارت میں ساڑھے دس بجے عمل میں آیا۔ اس نشست میں چار مقالے پیش کیے گئے۔ جس میں جناب محمو نقوی ایڈیٹر ''حدیث دل'' دہلی نے ''فضائل وکمالات انسانی امام خمینیؒ'' ڈاکٹر علی کاظم نے امام خمینیؒ ''معاد وقیامت'' کے علاوہ ڈاکٹر زہرہ خاتون نے قناعت وسادہ زیستی

امام خمینیؒ کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا۔

اس سمینار کی دوسری نشست پروفیسر شریف حسین قاسمی شعبہ فارسی دہلی یونیورسٹی کی صدارت میں منعقد کی گئی۔ اس نشست میں دو مقالہ نگار حضرات نے اپنے مقالے پیش کئے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ فارسی میں ریڈر کے عہدہ پر فائز ڈاکٹر عراق رضا زیدی نے ''سرچشمہ ازلی شعر امام رباعیات کی روشنی میں اور اسی یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ کے پروفیسر عزیز الدین حسین نے ''ملت اسلامیہ کا بحران'' امام خمینیؒ کے الٰہی وسیاسی وصیت نامہ کی روشنی میں'' کے موضوعات پر اپنے گرانقدر مقالات پیش کیے۔ اس نشست میں جماعت اسلامی ہند کے سکریٹری جناب مولانا محمد رفیق قاسمی نے اتحاد واخوت کے موضوع پر اپنی تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے امام خمینیؒ کی عالمانہ شخصیت کے مختلف فکری پہلوؤں پر اظہار خیال فرماتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد قائم کرنے کی تلقین فرمائی آپ نے فرمایا کہ امام خمینیؒ کی عالمانہ فکر سے عالم اسلام کے بہت سے پیچیدہ مسائل کا حل نکالا جاسکتا ہے۔

سمینار کی تیسری اور آخری نشست کا آغاز ٹھیک ۳ بجے سہ پہر میں ہوا جس کی صدارت پروفیسر ڈاکٹر بلقیس فاطمہ حسینی، صدر شعبہ فارسی دہلی یونیورسٹی نے فرمائی۔ اس آخری نشست میں ۷ مقالہ نگاروں نے اپنے گرانقدر مقالے پڑھے۔ ڈاکٹر خورشید فاطمہ حسینی نے ''امام خمینیؒ کی شخصیت اور خدا شناسی، خانم شہناز پروین نے ''امام خمینیؒ کا عشق وعرفان ایک تجزیہ، جناب ڈاکٹر شمیم الحق صدیقی نے عشق در شعر امام خمینیؒ۔ ڈاکٹر نسیم شاہد نے ''سادہ زیستی امام خمینیؒ۔ ڈاکٹر ریحانہ خاتون دہلی یونیورسٹی نے شخصیت امام خمینیؒ ڈاکٹر سید بلقیس فاطمہ حسینی (صدر جلسہ) نے بقائے ادبی ابدی در شعر امام پروفیسر شاہ وسیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے امام خمینیؒ کی فکر میں تصور قیامت کے موضوعات پر مقالے پیش کئے۔

❀❀❀❀

آئینہ زمان

حجت الاسلام محمد رضا رجب نژاد

ترجمہ: ڈاکٹر اختر مہدی رضوی

موجودہ صدی کی اس عدیم المثال شخصیت کی یاد میں جس نے اخلاق کو عقل ودانش کے ساتھ، شریعت کو مدنیت کے ساتھ، حقیقت کو مصلحت کے ساتھ، آزادی کو عدل وانصاف کے ساتھ اور عرفان کو واقعیت کے ساتھ منظر عام پر پیش کردیا۔ حق کی راہ میں فنا جیسے عظیم مقصد کی خاطر جس نے بیشمار لوگوں کو اپنا ہمسفر بنالیا اور اپنے عشق کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر حیرت انگیز فتح وکامیابی حاصل کرلی۔

اس مرد عبادت گزار کی یاد میں جس نے نماز عشق اور نماز شب کو حالیہ معرکہ آرائی اور جہاد کے عطر سے معطر کردیا۔ اس عظیم المرتبت شخص کی یاد میں جس نے حالیہ دور جہالت کو نابود کردیا اور دیگر ادوار کے مقابلے میں آج دنیا میں عدل و انصاف پر مبنی حکومت کی تشکیل کے سلسلے میں زیادہ متمنی ہے۔

اس مرد عارف کی یاد میں جس کی روح فقط آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ لاکھوں پاکیزہ نفس افراد کے جسم میں جاری ہے اور جس کے تابناک افکار وخیالات دنیا کے خدا طلب نوجوانوں کی زندگی کا اٹوٹ حصہ ہیں۔ اس انسانیت دوست شخصیت کی یاد میں جس کا دل دنیا کے لاکھوں پسماندہ اور محروم لوگوں کی محبت سے سرشار تھا اور جوان کی خوشی اور ان کے غم ومصائب میں شریک رہا کرتا تھا بلکہ وہ درحقیقت تمام لوگوں کے لئے اسوہ اور نمونہ شخصیت کا حامل تھا۔

ممالک کے حاکموں، سیاسی ماہروں اور ذمہ دارلوگوں کے لئے جمہوریت، مردم سالاری (جمہوریت) اور انسانوں کے احترام کے سلسلے میں، قوی عزم وارادہ کے تعین میں عوام کی رائے کو موثر قرار دینے میں، دین پر مبنی حکومت اصول وآئین کی تدوین وتشکیل میں، ظلم

وناانصافی کے خلاف جہاد ومعرکہ آرائی میں ، دعا وراز ونیاز میں ، سماجی عدل و انصاف کی ایجاد میں ، علماء و دانشوروں کے لئے جدت اور نوآوری کی تخلیق کے ساتھ حقائق کے درمیان انھیں نڈر رکھنے میں ، خلوص وحق کی راہ میں فنا ہوجانے میں ، اصول واحکام کی پیروی اور نظم وانتظام میں ، غیر معمولی مدیریت میں ، دینی غیرت میں ، بلند روح اور اعتماد و اطمینان میں ، تواضع وانکساری میں اور اپنے فریضہ کو بخوبی انجام دینے میں یقیناً وہ ایک عدیم المثال انسان تھے۔

امام خمینیؒ نے ہم لوگوں کو یہ درس دیا کہ اگر پوری دنیا حقیقت سے روگردانی اختیار کرلے اور انسان بالکل تنہا رہ جائے پھر بھی حقیقت کا بیان ، اس کی پیروی اور اس کا مکمل و بھرپور دفاع ضروری ہے۔

امام خمینیؒ نے ہم لوگوں کو یہ درس دیا کہ دنیائے بشریت کو بہتر ڈھنگ سے چلانے کے لئے اسلامی حکومت درحقیقت ایک الٰہی معجزہ ہے۔

ان دنوں جیسی تاریخ لکھی جارہی ہے اور انسانوں کو جس کسوٹی پر پرکھا جارہا ہے اس میں امام خمینیؒ جیسے عظیم انسان کی قدر ومنزلت کو درک کرنے کی صلاحیت موجود نہیں ہے۔

آج وہ شخصیت ہمارے درمیان موجود نہیں بلکہ اخروی اور ملکوتی سفر پر روانہ ہوچکی ہے۔

ہم لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی انھوں نے اپنے قلب کو آخرت کے ہاتھوں گروی کر رکھا تھا اور آخر کار ان کی افلاکی روح خاکی جسم سے نکل کر جوار حق سے مل گئی اور ان کے انتظار میں ہماری آنکھیں کھلی رہ گئیں۔

دوسری بات:

ہمارا زمانہ خداوند عالم کے ساتھ تجدید میثاق کا زمانہ ہے اور خداوند عالم کامل ترین عشق کا مظہر ہے اور جس انسان کا خدا سے وصال ہوجائے وہ یقیناً لافانی ہوجائے گا۔ آخرت حقیقی زندگی کا مسکن ہے اور یہ دنیا مجازی زندگی کی گزرگاہ۔

ظاہری عقل اس حسینیہ جماران کو دیکھتی ہے جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے۔ وہ مسند عشق

جولوگوں کے قلوب کو نورانی اور پر امید رکھتی تھی لیکن آج حسینیہ جماران کی وہ مسند خالی پڑی ہوئی ہے!!!

عشق کے حکم سے دل اپنی گردن جھکا لیتا ہے لیکن خدا کرے کہ عقل آنکھوں کے حکم پر سر تسلیم خم نہ کرے خداوند عالم ہر زمانے میں ''ہادیوں اور منذروں'' کی جماعت سے ایک ہادی و رہبر بھیجا کرتا تھا جو لوگوں کو ذات حقیقی حق تعالی سے نزدیک اور بتوں سے دور رکھے۔

اور غور طلب بات یہ ہے کہ کیا بت سے مراد وہی اصنام سنگی یعنی لات وھبل تھے یا ہر زمانہ میں بت کی شکل ونوعیت میں تبدیلی ہوتی رہی ہے اور امام خمینیؒ بت شکن جماعت کے قافلہ سالار کی حیثیت رکھتے تھے۔

امام خمینیؒ کے بارے میں گفتگو کرنا بہت دشوار ہے۔ ان کے عظیم الشان کارناموں اور ان کے افکار عالیہ کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے۔

ان کا ذکر کہاں سے چھیڑا جائے؟ امام خمینیؒ کی ہمہ جہتی شخصیت کے سامنے ہر تعریف وتوصیف پھیکی پڑ جاتی ہے اور عقل حیران رہ جاتی ہے کہ ان کی کس صفت کو بیان کیا جائے اور اس شخصیت کی پیروی کیسے کی جائے جو اکثر متضاد صفات کی حامل دکھائی دیتی ہے۔

میدان اجتہاد میں ایک عظیم الشان فقیہ، علم فلسفہ کے ماہر استاد، عرفان نظری کے عمیق النظر محقق، اخلاق کے عظیم الشان معلم، دنیا سے آزاد زاہد، عملی سلوک کے راز ونیاز سے بخوبی آگاہ، آزاد فکر، عالم باعمل، دیندار ماہر سیاست، عالمی محرومین وپسماندگان کے درد و مصائب سے بخوبی آشنا، گہری سوجھ بوجھ سے مالامال سیاسی رہنما، مرجع تقلید، مظہر ایمان وعدل، خدا پر اٹوٹ اعتقاد و ایمان کے حامل عوامی رہنما اور دانشمند اسلامی حکمراں...

تاریخ بشریت میں ایسے بہت سے نامور لوگوں کا ذکر موجود ہے جنھوں نے توفیق باری تعالی سے انسانی معاشرہ پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

لیکن امام خمینیؒ اس عظیم شخصیت کا نام ہے جس نے عالمی سیاسی توازن کو گہرے مذہبی

تحولات سے مالامال کر دیا اور مذہبی افکار وعقائد کو ایک عظیم الشان اور رو بہ ترقی باب میں تبدیل کر دیا۔ درج ذیل جملوں کے مطالعہ سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے۔

''امام خمینیؒ عصر حاضر کے مسیحا ہیں۔''

اگر کوئی فلم ڈائریکٹر امام خمینیؒ کی شخصیت اور ان کے معیاری کردار کی وضاحت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے فلم بنانا چاہے تو اس کو بہر حال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ

''انمیں ایک ایسے باصلاحیت ہیرو کی تمام صفات بدرجہ اتم موجود ہیں کہ جو اس فلم میں مسیح عصر یا امام وقت کا کردار انجام دے سکتا ہے۔

امام خمینیؒ نے میرے قلب اور میرے ذہن میں وہ احساس پیدا کر دیا ہے جس کو میں فقط عشق کے نام سے ہی یاد کر سکتا ہوں۔

امام خمینیؒ اگر کسی جگہ پر آدھے گھنٹے کے لئے بھی ٹھہر جاتے تو مجھے ایسا محسوس ہونے لگتا تھا جیسے میرا دل ودماغ شفا عطا کرنے والے غیر معمولی عشق وادراک سے مالامال ہو گیا ہو۔

جس زمانہ میں میں امام خمینیؒ کی خدمت میں تھا میری دلی خواہش تھی کہ کاش دنیا کے تمام سیاسی رہنما اپنی زندگی کا مختصر سا وقت امام خمینیؒ کی خدمت میں بسر کر لیتے۔

جیسے ہی ان کے کمرے کا دروازہ کھلتا تھا مجھے ایک ایسی غیر معمولی طاقت محسوس ہونے لگتی جو دروازہ سے نکل کر ہر جگہ پھیل گئی ہو۔ ان کی آمد سے صرف ان کی عبا وداڑھی اور عمامہ ہی نہیں بلکہ اس عمارت کے ذرہ ذرہ میں حرکت پیدا ہو جاتی تھی۔ وہ لوگوں کو اپنی طرف اس طرح متوجہ کر لیا کرتے تھے کہ دوسری چیزوں کی طرف سے لوگوں کی توجہ بالکل محو ہو جاتی تھی۔

وہ ایک معمولی انسان نہ تھے۔ وہ کسی قسم کا ردعمل ظاہر کئے بغیر بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہا کرتے تھے اور ان کو دیکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سکون واطمینان کے سمندر میں غوطہ لگا رہے ہوں۔ میں نے انھیں ماحول کے سلسلے میں کبھی بھی روحانی اور

اندرونی ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ان کی حیثیت ایک ایسے اسلامی موسی کی تھی جو اپنی سرزمین سے فرعون وقت کو نکال باہر کرنے کے لئے اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

وہ دوسروں کی خوشنودی اور ذاتی اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے زندگی نہیں گزار رہے تھے۔

وہ نور کا ایسا دائرہ تھے جس کی جھلک ہر دیکھنے والے کے ضمیر پر پڑتی تھی ۔ ان کی شخصیت کے بارے میں لوگوں کے ذہن میں جو خیالات موجود ہوتے تھے وہ ان سے ملنے کے بعد نابود ہوجایا کرتے تھے۔ ان کی عمر اسی سال کی ہوچکی تھی پھر بھی وہ جملہ امور میں نہایت امن وسکون وسلامتی سے کام لیا کرتے تھے۔ وہ خود نہایت حساس تھے اور ہمارے قلوب کو احساسات سے لبریز کردیتے تھے۔ وہ ہماری روح کو غیر معمولی طہارت وپاکیزگی عطا کرتے تھے ۔ امام کے دیدار کے دوران میں ان سے بے تعلق اور غیر وابستہ رہنے کی کوشش تو کرتا تھا لیکن یہ ممکن نہ تھا۔

انسان دنیا کی خوبصورت ترین خاتون یا مرد کا عاشق ہوسکتا تھا ، دریا کے کنارے رقص وسرود کا نظارہ کرسکتا تھا، ایوریسٹ کی چوٹیوں تک جاسکتا تھا لیکن ان تجارب میں سے کوئی بھی تجربہ ان چیزوں کی برابری نہیں کرسکتا جو ان کی خدمت میں مجھے حاصل ہوئے۔ کیونکہ امام خمینیؒ کی بابرکت زندگی ہم لوگوں کے لئے گرانقدر عطیہ الٰہی کا درجہ رکھتی ہے۔

امام خمینیؒ سے ذاتی ملاقات کے موقع پر میری خواہش ہوا کرتی تھی کہ مجھے ان کی خصوصی توجہ حاصل ہوجائے۔ اگرچہ مجھے اس حقیقت کا احساس تھا کہ ان کا وقت بہت قیمتی ہے۔

جدید تکنیکی علوم نے خداوند عالم کو عالمی حوادث کے میدان سے خارج کردیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا خداوند عالم کی بارگاہ میں واپسی کی طرف مائل ہے۔ یہ امام خمینیؒ کی ذات تھی کہ انھوں نے اپنی انتظار اور اسرار آمیز راہ وروش سے دوری اور علحدگی اختیار کرتے

ہوئے اسے واقعیت میں تبدیل کردیا۔

انقلاب کی روح درحقیقت اب میری روح بن چکی تھی۔ اگرچہ ایسا طے نہیں ہوا تھا کہ میں ایران میں جنم لوں گا اور ایک ایسا مسلمان بن جاؤں گا جو انقلاب کی خاطر اپنی جان نچھاور کردیگا... میں اسی احساس اور قلبی لگاؤ کے ساتھ انقلاب سے جڑ گیا۔

لیکن جو چیز زیادہ اہمیت کی حامل تھی وہ یہ کہ خداوند عالم نے اس دین کے قائد کو اسی جمعیت سے منتخب کیا تھا تاکہ اس کے ذریعہ ان تمام لوگوں کو اس دین کی طرف متوجہ کرے جو زندگی کے معنوی اور روحانی پہلوؤں کے لئے غیر معمولی اہمیت کے قائل ہیں۔

اس کمرہ کا ماحول ملاحظہ ہو جس میں امام خمینیؒ سے ملاقات کے خواہشمند افراد جمع ہیں۔ ملاقات کے اس کمرہ میں روحانیت، خلوص ومحبت اور طہارت نفس کا بول بالا ہے۔ مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے جیسے زہر آلود دھوئیں سے بھرے ہوئے ماحول میں زندگی بسر کرنے والا ماحولیاتی آلودگی سے دور ہمالیہ کی چوٹی پر پہونچ گیا ہو۔

میں نے ان کے ہاتھوں کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے ہاتھوں میں دبائے رکھا۔ انھوں نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میرے چہرے کی طرف بغور دیکھا۔ ان کا ہاتھ نہایت خوبصورت تھا اور ضعف وپیری کے باوجود ان کے ہاتھوں میں زندگی کی بھاگ دوڑ کی گرمی موجود تھی۔ دس پندرہ سیکنڈ کی خاموشی کے دوران مجھے مطالب ومفاہیم کا سمندر دستیاب ہورہا تھا۔میرے پاس کچھ کہنے کے لئے الفاظ نہ تھے۔

وہ بالکل ویسے ہی نظر آرہے تھے جیسے حسینیہ جماران کے ہال میں تھے۔ صرف کائنات کا بوجھ ان سے کافی نزدیک تھا لیکن اس بوجھ کا ان کے انسانی رنگ و روپ پر کوئی خاص اثر یا دباؤ نہ تھا۔

ان کی تقریر کے دوران میں نے ان کے فرزندار جمند احمد کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے والد کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے والد کے داہنی جانب بیٹھے ہوئے انھیں اس طرح دیکھ

تھے جیسے وہ ان کے والد نہیں بلکہ ان کے معلم ہیں اور وہ ان سے درس حاصل کر رہے ہیں ۔
جی ہاں ! خمینی ایمان کا شعلہ اور اسلام کا مجسمہ ہیں۔ وہ ایک عام اور معمولی انسان نہ تھے ۔ وہ بالکل خاموش اور غیر معمولی انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے سے کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں ہو رہا تھا بلکہ وہ سکون واطمینان کا سمندر نظر آرہے تھے۔ میں نے ان کی ذات میں ماحول کے مقابلے میں کسی قسم کے روحانی ردعمل کو نہیں دیکھا۔
امام خمینیؒ اس انقلاب کی قیادت ورہنمائی کر رہے تھے جو تمام لوگوں کی زندگی پر اثر انداز تھا۔ وہ عظیم انقلاب جس نے امریکہ، ماسکو اور سی آئی اے کی عملی سیاست کو پوری طرح متاثر کر دیا۔

ان کی موجودگی میری آسودگی کا باعث تھی کیونکہ شاہی حکومت ابھی بھی اقتدار پر مسند نشین تھی اور اسلام کا مشرق وسطی کی سیاسی سرنوشت میں کوئی کردار نہیں تھا۔
وہ ایک معمولی انسان نہ تھے بلکہ حقیقت یہ ہے وہ ایک ایسی مقدس شخصیت کے مالک تھے جس کی مثال دنیا کے دیگر مکاتب فکر کے عظیم لوگوں میں بھی کم دکھائی دیتی ہے۔
جیسے ہی امام خمینیؒ ملاقات کے کمرہ سے باہر تشریف لے گئے ۔ حاضرین دروازے کی طرف دوڑ پڑے لیکن میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور اس جگہ کو غور سے دیکھنے لگا۔ درحقیقت اس جگہ سے مجھے ایک طرح کی غیر معمولی انرجی اور توانائی حاصل ہو رہی تھی اور میرا دل اس توانائی سے پوری طرح معمور تھا اور میں اسی توانائی کے ساتھ دروازہ کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔
اس جگہ ایک ایسا مقدس مسلمان موجود تھا جس نے ساری دنیا میں حیرت انگیز ہلچل پیدا کر رکھی تھی اور اپنے قول وعمل سے یہ ثابت کر رہا تھا کہ حوادث سے بھری ہوئی اس دنیا میں مذہب ایک اہم اور تعمیری کردار ادا کرسکتا ہے۔
پانچ منٹ کے بعد ملاقات کے اس ہال میں ڈیوٹی پر تعینات پاسداران انقلاب اور میرے علاوہ کوئی باقی نہ رہ گیا تھا۔ دیگر حاضرین اپنی بسوں اور گاڑیوں پر سوار ہو چکے تھے اور

میں تادیر اس مرکز نور کا مشاہدہ کرتا رہا۔ گاڑیاں اور بسیں اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی تھیں اور میں ان تمام باتوں سے قطعی لاپرواہ افکار وخیالات کی دنیا میں گم تھا۔

میں حسینیہ جماران میں اکیلا کھڑا ہوا تھا لیکن میں اپنے قلب میں عشق اور برکت آمیز محبت کی گرمی محسوس کررہا تھا۔

میں غیر معمولی قلبی لگاؤ کے ساتھ اس انقلاب سے وابستہ ہوگیا۔

خداوند عالم ان اسرار ورموز اور وحی وآیات کو عزیز رکھتا ہے جو اس نے بنی نوع انسان کے لئے نازل کیا ہے تاکہ اس کی روشنی میں انسان ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرلے جو بشری زندگی کا بنیادی مقصد ہیں۔ میں نے ۹ رفروری ۱۹۸۲ء کو بروز چہار شنبہ اس حقیقت کا مشاہدہ کیا تھا۔

آخرکلام: میں نے چند سال قبل ایک رسالہ میں امام خمینیؒ کے سلسلے میں ایک مغربی صحافی کے خیالات کا مطالعہ کیا تھا اس مقالہ کے مطالعے کے بعد میرے اوپر عجیب کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ اس مضمون کے گہرے اثرات ناقابل فراموش تھے اور میں بار بار اس کا مطالعہ کرتا رہا۔

مقالہ نگار کا نام ''روبن ورث کارلسون'' ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو امام خمینیؒ سے ملاقات سے قبل اسلام، اسلامی انقلاب اور خمینیؒ کے خلاف دشمنوں کے پروپگنڈے سے بہت متاثر تھا۔ یہ شخص ۹ رفروری ۱۹۸۲ء کو حسینیہ جماران میں امام خمینیؒ کی زیارت کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اس ملاقات نے ''روبن ورث'' کو ایک دوسرے انسان میں تبدیل کردیا۔ روبن ورث نے اس مقالہ میں جس چیز کو غیر معمولی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے وہ امام خمینیؒ کی ذات سے حاصل ہونے والی گہری ذہنی قلبی توانائی اور کشش ہے جس نے دنیا کے لاکھوں عاشقوں کو ان کا متوالا بنا رکھا ہے۔

❁❁❁

"سرچشمہ ازلی شعر امام"

(بنظر رباعی)

رباعیات کی روشنی میں

ڈاکٹر عراق رضا زیدی

پروردگار نے کلام پاک میں ایک سورہ شاعروں کے لئے نازل فرمایا ہے جس کا نام ہی الشعراء ہے۔ ۲۲۷ آیتوں پر مشتمل اس سورہ کی ۲۲۳ آیتوں میں ان پیغمبروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن کے دور میں کسی نہ کسی طرح کا عذاب نازل ہوا ہے۔ اور ۲۲۴ سے ۲۲۷ تک ۴ آیتوں میں دو طرح کے شاعروں کی بات کی گئی ہے۔

"وَالشّعراء یتّبعهم الغاوٗن۔۲۲۴۔ الم ترانّهم فی کلّ وادیهیمون۔۲۲۵۔ وانّهم یقولون مالا یفعلون۔۲۲۶۔الّاالذین اٰمنوا وعملوا الصّلحت وذکرو اللّٰه کثیرا والنتصروا من بعد ماظلموا وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔۲۲۷۔

ترجمہ: اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے یہ لوگ جنگل جنگل سرگرداں اور مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کبھی کرتے نہیں مگر (ہاں) جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیئے اور کثرت سے خدا کا ذکر کیا کرتے ہیں اور جب ان پر ظلم کیا جاچکا اس کے بعد انھوں نے بدلہ لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انھیں عنقریب ہی معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے۔ ۱۹۔۲۶

مندرجہ بالا چار آیتوں میں سے تین آیتیں گمراہ اور گمراہ کرنے والے شاعروں کے

لئے ہیں تو صرف ایک آیت اس کے برعکس ہے۔ مضمون اور متن کے لحاظ سے آخری آیت ان تینوں آیتوں سے زیادہ ہے۔ اور اگر پورے سورہ پر غور کیا جائے تو جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے نمرود سے اور حضرت موسیٰ نے فرعون سے اور اسی طرح جناب نوحؑ، ھودؑ، صالحؑ اور شمودؑ نامی پیغمبروں نے اپنی قوم کے مومنین کو خدا کی جانب سے ہونے والے عذاب کے ذریعہ نجات دلائی۔ اسی طرح ایرانی عوام کو امام خمینیؒ نے فرعون ونمرود جیسے ظالم وجابر شاہ رضاشاہ پہلوی کے ظلم وجور سے نجات دلاکر اسلامی جمہوریہ ایران کی بنیاد رکھی۔ امام خمینیؒ نہ پیغمبر ہیں اور نہ نبی اور نہ خدا کے بھیجے ہوئے نمائندے ہاں! خدا کے نیک بندے ضرور ہیں۔ وہ اپنی تمام صفات کے ساتھ ایک ایسے شاعر بھی ہیں جس پر سورہ الشعراء کی آخری آیت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ انھوں نے ایمان بھی قبول کیا۔ اور اچھے اچھے کام بھی کئے اور کثرت سے خدا کا ذکر بھی کرتے رہے۔ اور جب ان پر ظلم ہوا تو بعد میں انھوں نے ظالم سے بدلہ بھی لیا اور آخر کاان کے دشمنوں کا انجام بھی زمانے نے دیکھ لیا۔

اگر ہم سرچشمہ ازلی کی جانب نگاہ کریں تو ہمیں حدیث قدسی کا سہارا لینا ہوگا۔ جس کے ذریعے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔

"کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف"

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے اس دنیا کو اپنی پہچان کے لئے پیدا کیا۔"

گویا انسان اللہ کی معرفت کے لئے پیدا کیا گیا۔ اسی لئے سورۂ اعلیٰ میں کہا گیا ہے۔ فذکران نّفعت الذکریٰ۔ اس کا ذکر فایدہ پہنچانے والا ہے گویا اس کا ذکر ہی سرچشمہ ازلی ہے۔ اور اس ذکر کے ساتھ دنیا کے تمام کام بھی انجام پائے جاتے ہیں کیوں کہ اس ذکر کے لئے انسان کا ہونا ضروری ہے اور انسان کی زندگی کے لئے اس دنیا کے تمام حادثات ولوازمات وانتظامات کا سلسلہ لازمی ہوگیا۔ گویا اللہ کا ذکر کرنا، اس کے نیک بندوں کی حفاظت

کرنا اور اس کے دشمنوں کو مٹانا ہی اصل کارنامہ حیات ہے اور اس کارنامہ حیات کو صحیح طور پر انجام دینے کے لئے ماحول کو سازگار بنانا ہے۔ اور سازگار ماحول اس وقت خود بخود بن جاتا ہے جب اسلامی حکومت قائم کردی جائے۔ ان پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد کم از کم اس نئے دور میں تنہا امام خمینیؒ کی ذات ہے جس نے خدا دشمنوں کو ذلیل بھی کیا ہے اور مٹایا بھی ہے۔ خدا کا ذکر کائنات میں عام بھی کیا ہے اور بڑی طاقتوں کو توحید کا پیغام بھیج کر اسلام کی دعوت بھی دی ہے اور ایران میں اسلامی حکومت کا نفاذ بھی کیا ہے۔ انکے اشعار میں اس سرچشمہ ازلی کا عکس ہر جگہ موجود ہے۔ یہاں صرف رباعیات میں اس خوبی کو تلاش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کیونکہ رباعی ہی ایسی صنف سخن ہے جس کے ذریعے عوام کو مخاطب کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مرثیہ گوشعرا نے عوام کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے ہمیشہ اسی صنف سخن کا سہارا لیا ہے۔ یہی وجہ کہ اردو ادب کے دو بڑے اہم شاعروں یعنی میر انیس اور مرزا دبیر نے سیکڑوں بند کا مرثیہ سنانے کے لئے اپنی مجلسوں کا آغاز ہمیشہ رباعی سے کیا ہے۔ اس طرح یہ صنف سخن اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں کم یاب ہوتے ہوئے بھی ایک کامیاب اور اہم صنف سخن ہے گذشتہ دونوں صدیاں ادبی مزاج کو برابر بدلنے کی صدیاں رہی ہیں۔ خصوصاً گذشتہ صدی نے تو انسانی شعور کے ارتقا میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ اس صدی میں جہاں سائنس نے اپنے کارنامے دکھائے ہیں اور انسانی زندگی کو آسان بنایا ہے وہیں بیسویں صدی انسانی شعور کے ارتقاء و بیداری کی اہم صدی بھی ہے۔ یہ وہی زمانہ ہے جب عام انسان حکومت کی لذتوں سے آشنا ہوا۔ اس عوامی بیداری میں عوام سے زیادہ چند قائدین زمانہ کا اہم کردار رہا ہے جن کی قربانیوں کے نتیجے میں گذشتہ صدی میں جتنے انقلاب برپا ہوئے ہیں اتنے انقلاب تاریخ عالم میں کبھی نمودار نہیں ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صدی کو انقلاب کی صدی کہا جاتا ہے۔ اور جتنے قائد و رہبر اس صدی کو نصیب ہوئے اتنے کسی دور میں نمایاں نہ ہوسکے۔ جی ہاں! لینن، اسٹالین، جوہر، گاندھی، مجیب الرحمٰن، نیلسن منڈیلا، ماؤ زینتنگ،

سرسید، اقبال ، مصطفےٰ کمال ، جمال ناصر وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔

انھیں اہم قائدین میں ایک ارفع واعلیٰ نام امام خمینیؒ کا ہے جنہیں اس دور کے تمام انقلابی قائدین پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ اس فوقیت کی وجہ ان کی ہمہ جہت شخصیت اور عالمگیر اسلامی انقلابی فکر ہے۔ موصوف کے تمام پیغامات و اقوال ایرانیوں کے ساتھ ساتھ تمام عالم کو متاثر کرتے رہے ہیں۔ اگر ایران میں اس انقلاب سے ایک ظالم وجابر حکومت کا خاتمہ ہوا ہے تو تمام دنیا کے لوگ اسی انقلاب سے متاثر ہو کر اتحاد واتفاق کی جانب قدم بڑھاتے ہیں۔ یہی اسلامی انقلاب تمام دنیا میں مشعل راہ بنا ہوا ہے اور ہر اس ملک میں جہاں مطلق العنان حکومتیں باقی رہ گئی ہیں اس انقلاب کی آہٹیں سنائی دے رہی ہیں۔ یہاں ایک ایسے واقعہ کا ذکر بے جانہ ہوگا جہاں ایک بار میرے ایک کمیونسٹ دوست، نے امام خمینیؒ کا ایک پیغام کو پڑھ کر کہا تھا۔ پیغام کچھ اس طرح تھا۔

''اے میرے نوجوانو! ایک ہاتھ میں ہتھیار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن لے کر ظالموں سے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔''

یہ پیغام ایک مدت سے کافی جلی حروف میں میرے ڈرائنگ روم کی زینت بنا ہوا تھا۔ اکثر مہمان آکر اس سے لطف اندوز ہوتے رہے تھے۔ لیکن جو نظر بال کی کھال نکالنے میں آج کمیونسٹوں کے پاس ہے وہ دوسری جگہ کم نظر آتی ہے لہٰذا ان دوست نے جو بریلی کالج میں ریڈر کے عہدے پر فائز ہیں اس پیغام کو کئی بار پڑھا اور اچانک اس طرح گویا ہوئے۔

''اس پیغام کو دیکھئے جس میں ایک ایرانی عالم یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ اے میرے ایرانیوں! یا اے میرے شیعو! یا اے مسلمانو!، یہ تو تمام عالم کے نوجوانو! کو مخاطب کر کے اسلام کی دعوت بھی دے رہا ہے اور ہمت وجرأت بھی بڑھا رہا ہے۔ یہ تو رضا شاہ کے ساتھ دنیا کے تمام ظالموں اور جابروں کو مٹانا چاہتا ہے انھیں ایران تک کیوں محدود رکھا گیا یہ تو تمام دنیا کے لیڈر ہیں۔''

حقیقت بھی یہی ہے کہ امام خمینیؒ تمام دنیا سے ظلم واستبداد کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک

دینا چاہتے ہیں ایک رباعی میں ان کے تیور دیکھئے۔

جمہوری اسلامی ما جاوید است
دشمن زحیات خویشتن نومید است
آن روز کہ عالم زستمگر خالی است
مارا وہمہ ستمکشان را عید است

مندرجہ بالا رباعی کے پہلے مصرعہ میں تو ایرانیوں کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہ مصرع بھی اس وقت آفاقی اہمیت کا حامل بن جاتا ہے جب دوسرے، تیسرے اور چوتھے مصرع کا مرکزی خیال ہمارے سامنے آتا ہے۔

دشمن اپنی زندگی سے ناامید ہو چکا ہے، جس دن اس دنیا میں کوئی ستم ڈھانے والا نہ رہے گا وہی دن ہمارے اور تمام ستم سہنے والوں کے لئے عید کا دن ہوگا۔

اب پہلے مصرع کے مفہوم پر غور کیجئے ہمارا اسلامی جمہوری نظام ہیشگی لئے ہوئے ہے۔ جاوید فقط ''جمہوری اسلامی ما'' ہے اور جاوید ہر شئے نہیں ہوتی یہ ''جاوید'' اس لئے ہے کہ اس مشعل کی روشنی میں تمام عالم میں اسلامی انقلاب برپا ہونا ہے۔

جب تمام دنیا میں اسلامی انقلاب آجائے گا تو دشمن خود بخود اپنی زندگی سے ناامید ہوجائے گا۔ اگر آج دنیا کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو ہر ملک اسلامی انقلاب سے خوف زدہ اور سہا ہوا ہے۔ اگرچہ اسلامی انقلاب کے علاوہ بھی جو انقلاب کے طریقے رونما ہوئے ہیں وہ اسلام کے نام پر غیر اسلامی سلسلے ہیں جو کسی نہ کسی دن اصل اسلامی انقلاب میں تبدیل ہوجائیں گے۔ کیوں کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے تو ان انقلابوں میں سلامتی کے پہلو کا موجزن ہونا ضروری ہے۔ اور سلامتی میں وہ اسلحہ ہے جو بیکسوں کی مدد کرتا ہے اور ظالموں کو تہ تیغ بھی کرتا ہے اس طرح جب دنیا میں اسلامی انقلاب برپا ہوجائے گا تو دنیا ستمگروں سے خالی ہوجائے گی کیوں کہ آئین اسلام میں ظلم وستم کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے وہ دن

مخلوق خدا کے لئے عید کا دن ہوگا۔

یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مذہبی تیوہاروں اور خوشیوں کے علاوہ ہر ملک میں ہی قومی یا ملی عید کا اہتمام بھی اسی طرح کیا جاتا ہے جیسے مذہبی خوشیوں کا مثلاً ہمارے ملک ہندوستان میں ۱۵/اگست اور ۲۶/جنوری یوم آزادی ہونے کی وجہ سے عید کا دن ہے اور اس موقع پر ملک گیر پیمانے پر جشن منایا جاتا ہے۔ یہ رسم بھی کوئی نئی نہیں ہے بلکہ ایران میں ہی صدیوں سے اس طرح کی ایک عید منائی جاتی ہے یہ جب فریدوں نے ضحاک پر فتح حاصل کی تو ظلم وبربریت کا دور ختم ہوگیا اور اس یاد کو ہمیشہ منانے کے لئے ''عید مہرگان'' کا اہتمام کیا گیا۔ چنانچہ ایران میں ہر سال عید مہرگان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جس دن شاہ ایران کے ظلم وستم سے نجات پائی گئی تو جمہوری جشن وعید کا اہتمام ۱۱/فروری کو ہونے لگا۔ مختصر اًیہ کہ امام خمینیؒ صرف ایران کے ظالموں اور ستمگروں کو ختم کرنے کی بات نہیں کرتے بلکہ

ع عالم زستمگر خالی است

کے تمنائی ہیں وہ دنیا کو ستمگروں سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور یہی وہ پیغام ہے جو انھیں دنیا کے قائدین پر فوقیت بخشتا ہے۔

یوں تو امام خمینیؒ ایک ہی وقت میں شجاع، جرأت مند، سخی، فلسفی، شاعر، ناقد، مفکر، مدبر، مقرر، مفسر اور سچے قائد ہیں۔ موصوف کی علمی استعداد کا اندازہ تو ان کی سیکڑوں تحریروں سے ہوتا ہے۔ یہاں راقم کا موضوع سرچشمہ ازلی شعر امام ہے اور شعر میں رباعیات سے متعلق ہے۔ رباعی، شاعری کی ایک اہم اور مشکل صنف ہے۔ امام خمینیؒ نے شعر کے تمام اصناف پر مثلاً حمد، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، مثنوی، فلسفہ، سمط، ترجیع بند وغیرہ پر طبع آزمائی کی ہے۔ رباعی کے علاوہ ہر صنف سخن پر علم عروض سے ناواقفیت کے بعد بھی طبع آزمائی کی جاسکتی ہے لیکن رباعی کہنے کے لئے شاعری کے تمام رموز سے واقف ہونا لازمی ہے۔ اس علم کے بے پایاں ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ''دیوان امام'' کو مرتب کرنے والے

بھی اس راہ میں ٹھوکر کھاتے نظر آتے ہیں اور رباعیات امام کی صحیح تقطیع کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں ۔یہاں مثال کے طور پر صرف صفحہ ۳۹۹ پر درج ایک رباعی کے وزن پر بحث کی جارہی ہے۔

''طریق

فاطی که طریق ملکوتی سپرد
خواهد زمقام جبروتی گذرد
هزج مثمن اخرب مقبوض مکفوف مجبوب
مفعول / مفاعلن / مفاعیل / فعل
- U / U - - U / - U - U / U - -
رباعی / ۲ بیت / عراقی
شعبان ۱۴۰۴/اردیبهشت ۱۳۶۳

قافیه: سپرد، گذرد...
''ر''حرف روی''

''دی'' حرف وصل
هنر شعری وبلاغی : مراعات نظیر''

مکمل رباعی اس طرح ہے۔

فاطی که طریق ملکوتی سپرد
خواهد زمقام جبروتی گذرد
نابینائی است کو زچاه ناسوت
بی راهنما بسوی لاهوت رود
دیوان امام ص ۲۰۲

مندرجہ بالا تقطیع نامناسب اور غیرفطری ہے جس میں رکن اول، فاطی کہ ،مفعول درست ہے لیکن رکن دوم ،سوم و چہارم ۔، طریق ملکوتی سپرد ''مفاعلن مفاعیل فعل کے وزن کے متقاضی نہیں ہیں۔کیونکہ اگر رکن دوم طریق فعل'' مفاعلن ہوگا تو رکن سوم کا آغاز ''کوتی'' سے ہوگا جہاں کسی صورت وتد مجموع کی گنجائش نہیں رہتی اور یہ رکن ''مفعول کا متقاضی ہوجاتا ہے گویا مفعول مفاعلن'' مفعول یا مفعولن'' تیسرے رکن میں آتا ہے جو رباعی کے کسی بھی وزن میں موجود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے یہ تقطیع غلط قیاس پر مبنی ہے چوتھے رکن کا دارومدار بھی تیسرے رکن پر ہوتا ہے جب تیسرا رکن غلط تقطیع کیاجائے گا تو چوتھا رکن خود بخود غلط ہوجائے گا۔ دراصل یہاں صاحب تقطیع نے طریق کے اصناف پر غور نہیں کیا۔ اورصرف ۱۹ حروف پر رباعی کی تقطیع کرڈالی رباعی کی تقطیع کے لئے ضروری ہے کہ رباعی میں ۲۰ یا ۲۱ حروف ہوں نہ اس سے کم نا اس سے زیادہ کی کوئی گنجائش ہے۔ ایک حرف کی کمی نے اس تقطیع کو غیر فطری بنادیا ہے ۔ یہاں ایک نکتہ کی بات یہ بھی ہے کہ ابھی تک کسی عروض کی کتاب میں یہ نکتہ واضح بھی نہیں کیا گیا ہے۔صرف ارکان اور زحاف کے ناموں سے ہی رباعی کی شناخت رہی ہے۔اب اس رباعی کا اصل وزن ملاحظہ کیجئے۔

ق

فاطی کہ	طریقے	ملکوتی	سپرد
مفعول	مفاعیل	مفاعلن	فع

اور یہ پہلی تقطیع کی طرح ''ملکوتی'' کے ل کو متحرک نہ کرکے صرف ساکن پڑھیں یعنی

''ملکوتی'' جیسا کہ صاحب تقطیع نے ''طری قمل'' مفاعلن ل کو ساکن کیا ہے تو یہ تقطیع اس طرح کی جائے گی۔

فاطی کہ طری تے مل کوتی ش پرد یا کوتی سپ رد

مفعول مفاعیلن مفعول فعل مفعلون فع

اس طرح طریق کے ق کی اضافت کو بلند آہنگ کے ساتھ پڑھنے پر کئی وزن سامنے آتے ہیں اور سارے وزن ۲۴ اوزان کے دائروں میں ہیں یہ وزن ہیں۔

۱۔ مفعول مفاعیلُ مفاعیلن فع

۲۔ مفعول مفاعیلن مفعولن فع

۳۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعل

۴۔ مفعول مفاعیلُ مفاعیل فعل

اس غلط وزن کے علاوہ قوافی میں بھی سپرد گذرد اور رود کی بناپر ''ر'' حرف روی کسی صورت نہیں ہوسکتا کیونکہ رود میں سپرد اور گذرد کی طرح درمیان میں ''ر'' ہے ہی نہیں اور رباعی میں حرف روی کا فیصلہ تینوں قوافی کی رو سے کیا جائے گا نہ کہ صرف مطلع سے اور جب حرف روی ''ر'' نہیں ہے تو اب ''د'' حرف وصل بھی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا حرف روی حرف ''د'' ہے اور حرف وصل یہاں کوئی حرف نہیں ہے نہ کہ اس کی کوئی گنجائش ہے۔ اور عروض کا ایک یہ واضح عمل ہے کہ اگر کسی لفظ میں تین متحرک متوازی حروف ہیں تو دوسرا متحرک حرف ساکن کیا جاسکتا ہے۔ اور اکثر یہی عمل کیا بھی جاتا ہے جیسا کہ صاحب تقطیع نے ''ملکوتی'' کے ''ل'' کو ساکن کرکے کیا بھی ہے اور یہی عمل

ع خواہد زمقام جبروتی گذرد

پر بھی صادق آتا ہے جہاں ''جبروتی'' کی ب کو ساکن کرنے کا عمل ظاہر ہوا ہے حالانکہ رباعی میں ''ب'' کو مفتوح ہی لکھا گیا ہے۔

اس بحث سے صرف رباعی کے وزن کی پیچیدگی ظاہر کرنا اور ان اوزان پر امام خمینیؒ کی شاعرانہ وعروض دسترس کو ثابت کرنا مقصود تھا۔اس عروضی بحث کا بنیادی مقصد رباعی کے وزن کی پیچیدگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ امام خمینیؒ غیر معمولی شاعرانہ صلاحیت کے حامل تھے اور علم عروض پر انھیں بڑی قدرت حاصل تھی۔ رباعی تنہا ایک ایسی صنف سخن ہے جس کے چاروں مصرع اس کے ۲۴ اوزان میں سے چار جدا گانہ یا یکساں وزن میں لکھے جاسکتے ہیں۔ خمینیؒ صاحب نے یہ فائدہ بھی اپنی رباعیات میں خوب اٹھایا ہے۔

امام خمینیؒ کے دیوان میں عنوانات کے ساتھ ۱۱۷ رباعیاں موجود ہیں۔ وہ ایک عرفانی شاعر ہیں اور فارسی روایت کے مطابق ان کی یہ شاعری عرفانی ادب میں ایک اہم اضافہ ہے جس پر ناقدین اور ماہرین ادب کے مضامین برابر پڑھنے کو ملتے رہتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی امام خمینیؒ پر مقالات تحریر کئے جارہے ہیں لیکن یہ سارا کام ان کی غزلیات ہی تک محدود ہے جبکہ اکثر رباعیاں بھی اسی طرح توجہ کی طالب ہیں یوں تو یہ رباعیاں عرفانی افکار سے پر ہیں لیکن ان رباعیات میں ازلی عالمی وآفاقی پیغام بھی موجود ہے جن کے ذریعے تمام عالم تک یہ پیغام نشر ہوتا رہے گا اور اسلامی انقلاب کی راہیں ہموار ہوتی رہیں گی۔

اس پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں عورتوں کی اہمیت کا بھی خوب اعتراف کیا گیا ہے۔ جس طرح پیغمبرؐ اسلام نے اپنی بیٹی کو اپنا جزو بتا کر تمام عالم کی عورتوں کے سامنے ایک ایسا نمونہ پیش کیا جو رہتی دنیا تک مشعل راہ بنا رہے گا۔ امام خمینیؒ نے بھی حضورؐ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے جو پیغام تمام مستورات تک پہنچانا تھا اس کا ذریعہ اپنی بیٹی کو بنایا۔ وہ اپنی بیٹی ''فاطمہ'' کو پیار میں ''فاطی'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور اس رباعی میں جہاں جہاں فاطمہ کو مخاطب کیا ہے ''فاطی'' کہہ کر ہی مخاطب کیا ہے اس پیار سے پکارے جانے والے نام میں بھی یہ راز مضمر ہے کہ بیٹی کو ''پیار'' اور محبت سے یاد کرنا چاہئے یہاں نفرت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

آج جبکہ دنیا کے زیادہ تر ممالک مطلق العنان ستمگر بادشاہوں کے چنگل سے آزاد ہوکر جمہوری نظام کا جزبن چکے ہیں اور بن رہیں اور جہاں کہیں شاہی حکومت ہے وہاں تاناشاہی اور ظلم واستبداد کا بازار گرم ہے اور لوگ غلاموں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ تحریکیں اٹھتی ہیں، قیدوبند کے مصائب برداشت کئے جارہے ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں آزادی کی لڑائی جارہی ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جو مغربی ممالک جمہوری نظام کے پاسبان بنے ہوئے ہیں انھیں کی کمک پر یہ مطلق العنان حکومتیں بھی قائم ہیں۔ایسے ہی 'دبے' کچلے ہوئے عوام کو بیدار کرنے کے لئے امام خمینیؒ کی رباعیاں جرأت وشجاعت کا منبع بنی ہوئی ہیں ان رباعیات کے ذریعہ امام خمینیؒ نے اسلامی جمہوریت اور انقلاب کو محض ایران کی سرحدوں تک ہی محدود نہ رکھ کراسے عالمگیر بنانے کی کوشش کی ہے۔

جمہور ما نشانگر اسلام است
افکار پلید فتنہ جویان خام است
ملت بہ رہ خویش جلومی تازد
صدّام بدست خویش در صد دام است

امام خمینیؒ نے اپنی اس رباعی میں اس بات کی طرف واضح اشارہ کیا ہے کہ ہمارا جمہوری نظام اسلامی اصول واحکام پر مبنی ہے اور اس کے خلاف جو بھی پروپگنڈہ کیا جارہا ہے وہ فاسد اور فتنہ طلب جماعتوں کی کرتوت ہے۔ عراقی حکمراں صدام خود اپنے ہی جال میں گرفتار ہے اور ملت اسلامیہ اپنی اسلامی راہ وروش پر پیش قدم ہے۔ جی ہاں ! ساری دنیا نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ صدام نے جس ہتھکنڈے کے ذریعہ اسلامی جمہوریت کی نابودی کا خواب دیکھا تھا وہی ہتھکنڈہ خود اس کی نابودی کا باعث قرار پایا اور وہ عرب حکمراں جن کی مدد سے ایرانی عوام پر بمباری کے لئے مہلک اسلحوں کی خریداری کی گئی تھی وہ خاموش تماشائی کی طرح یہ دیکھ رہے تھے کہ بغداد اور عراق کے دوسرے شہر خوفناک بمباری جھیل

رہے ہیں اور صدام پوری طرح معدوم ہو چکا ہے۔

دوسری رباعی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

این عید سعید اسعد باشد
ملت بہ پناہ لطف احمد باشد
بر پرچم جموری اسلامی ما
تمثال مبارک محمد باشد

اسلامی انقلاب کی کامیابی کا دن جشن عید سے کم نہیں ہے بلکہ یہ عید سعید، اسعد ہے یہاں ''اسعد'' یعنی سب سے نیک عید ہے کیونکہ یہ عید ایرانی ظالم حکمرانوں کے سائے میں نہ ہو کر تمام ملت کے لئے مرسل اعظم کی پناہ و رحمت میں ہوگی اور ہماری جمہوریت کا پرچم رحمۃ للعالمین کے اسم مبارک سے مزین ہوگا۔

زبان وبیان کے اعتبار سے سبھی رباعیاں سبک عراقی کی نمایندگی کرتی نظر آتی ہیں جن میں نہ مضمون کی پیچیدگی ہے اور نہ مشکل الفاظ ومشکل تراکیب کی بھرمار بلکہ ایک پیغام ہے جو سادہ الفاظ میں ملت کے سپرد کیا گیا ہے جس میں شگفتگی اور زور بیان کے ساتھ دلوں پر اثر کرنے والا تاثر بھی موجود ہے۔ اور سیدھا خدا سے رابطہ رکھنے کی لگن بھی ہے۔

ای یاد تو مایہ غم و شادی من
سروقد تو نہال آزادی من
بردار حجاب از رخ و رو بگشان
ای اصل ہمہ خراب وآبادی من

اے پروردگار تیری یاد ہی میری خواہش وغم کا سرمایہ ہے تیرا خیال ہی میری آزادی کا شجر ہے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر اپنا جلوہ دکھا کیوں کہ تو ہی برباد اور آباد کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

ای شادی من غصہ من ای غم من
ای زخم درونِ من و ای مرہم من
بنما نظری بذرّہ ای بی مقدار
تا برسر آفاق رود پرچم من

مختصر طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام خمینیؒ کی رباعیوں کے مضامین میں ایک سرچشمہ ازلی ہے ان رباعیوں کو جو جتنی لگن اور روح کی گہرائی میں ڈوب کر پڑھنے کی جستجو کرتا ہے اتنا ہی زیادہ سیراب ہوتا ہے۔ وہ اپنی خوشی اور اپنا غم، غصہ، اندرونی زخم اور اس کا مداوا سب اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ اگر توفیق خداوندی شامل حال ہوجائے تو ان کا اسلامی انقلاب، جو امن وسلامتی اور انسان دوستی کا ضامن ہے، ساری دنیا پر سایہ فگن ہوجائے۔

❁❁❁❁

ملّت اسلامیہ کا بحران

امام خمینیؒ کے الٰہی وسیاسی وصیت نامہ کی روشنی میں

ایک مطالعہ

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین

شعبۂ تاریخ وثقافت، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ۶۲۲ء میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس کی بنیاد جمہوری نظام اور سماجی برابری پر تھی۔ آپ نے ۶۳۲ء تک مسلمانوں کی تربیت اسی نظام کے تحت فرمائی۔ ۶۳۲ء میں آپ کی رحلت کے بعد خلافت کا سلسلہ وجود میں آیا جو بہت کم مدت یعنی ۶۶۱ء تک انہیں بنیادوں پر قائم رہا۔ لیکن ۶۶۱ء میں حضرت علیؑ، جو آخری خلیفہ تھے کی شہادت کے بعد معاویہ نے اسلامی حکومت وخلافت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قاعدے کے خلاف اپنی ملوکیت کا اعلان کردیا اور اس کے بعد اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کردیا۔ بس یہیں سے اسلامی حکومت نظام کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ اور موروثی ملکویت کی بنیاد پڑگئی۔ شروع میں مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ معمولی سی تبدیلی ہے جس سے اسلام کی روح متاثر نہیں ہوگی لیکن ملوکیت نے، جو جاگیردارانہ اور زمیدارانہ نظام پر مبنی تھی مختصر سی مدت میں جمہوری نظام میں ایسی بنیادی تبدیلیاں پیدا کردیں کہ وہ پوری طرح نابود ہوگیا۔ حکومتی نظام کی تبدیلی نے اس دور کی ثقافتی، سماجی اور مذہبی زندگی پر غیر معمولی اثرات مرتب کئے۔ اس بدلے ہوئے نظام نے علماء اور صوفیا کی سمجھ اور فکر کو بھی متاثر کیا جس کے نتیجے میں علماء کی ایک بڑی تعداد اس ملوکانہ جاگیردارانہ اور زمیندارانہ نظام کی وکیل بن گئی۔ حد یہ ہوئی کہ آل رسولؐ

بھی یعنی سادات عظام کی بھی ایک بڑی تعداد جاگیردارانہ اور زمیندارانہ نظام کا حصہ بن گئی جبکہ جاگیرداری یا زمینداری نہ تو سنت رسولؐ تھی اور نہ ہی ائمہ اثنا عشر علیہم السلام نے اس کو اپنایا تھا۔

مولانا ضیاء الدین برنی جو چودھویں صدی عیسوی کے مورخ اور سیاسی مفکر گذرے ہیں اپنی کتاب ''فتاویٰ جہانداری'' میں لکھتے ہیں کہ اب سیاست میں اسلامی قوانین کی پابندی ناممکن ہے اس لئے کہ بغیر ایرانی سیاست کے حکومت کا قائم وجاری رکھنا ناممکنات سے ہے۔ اس رائے میں وہ تنہا نہیں ہیں بلکہ علماء کی ایک بڑی تعداد بھی اسی رائے کہ حامی ہے۔ علماء کی اکثریت نے اپنے آپ کو سلاطین بادشاہوں جاگیرداروں اور زمینداروں سے منسلک کرلیا۔ جبکہ صوفیاء کی اکثریت نے اپنے آپ کو سلاطین سے دور ہی رکھا۔ ہندوستان میں سنی علماء نے سیاست پر اپنی سمجھ کے مطابق لکھا بھی لیکن شیعی علماء نے تو سیاست کا لفظ بھی اپنے علمی کارناموں میں نہ آنے دیا جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیعی علماء کی سمجھ وفکر کے مطابق اسلام کی کوئی سیاسی فکر تھی ہی نہیں۔ شیعی علماء کی اکثریت نے بھی اپنا الحاق نوابوں، جاگیرداروں، تعلقہ داروں اور زمینداروں سے کرلیا۔ ہندی علماء کی اسلامی سیاسی فکر یا نظریہ سیاست پر پہلی مدلل کتاب ہندوستانی عالم جو بعد میں پاکستان چلے گئے مولانا سید ابو العلی مودودی کی ''خلافت وملوکیت'' منظر عام پر آئی۔ شیعی علماء اپنی تقاریر اور تحریر میں ۱۹۷۹ء سے پہلے کبھی بھی اسلامی حکومت جمہوریت کی بات بھی نہیں کرتے تھے۔ یہ تو ایران کے انقلاب کے بعد سے ہندوستان میں شیعی علماء نے اسلامی حکومت وجمہوریت کی بات کرنی شروع کی ہے۔ صرف دین کی بات کرو، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اور انہیں بنیادوں تک مسلمانوں کو محدود رکھا گیا۔ سیاست کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ حکومت انگریزوں کی ہو، فرانسیسیوں کی ہو، ملوکیت ہو اس سے ہمیں کوئی مطلب نہیں۔ مسلم سلاطین ونوابین اور ان کے آقاؤں یعنی فرمانروایانِ انگلینڈ وامریکہ کی خواہش بھی یہی تھی کہ مسلمان اسلام کے بنیادی اصولوں کی پیروی آزادی کے

ساتھ کریں اس میں انھیں کہیں رکاوٹ پیش نہ آئے لیکن سیاست اور حکومت سے انھیں دور رکھا جائے اور اگر یہ سیاست یا حکومت میں دخل دیں یا کچھ حکم عدولی کریں تو انھیں کچل دیا جائے۔ پلاسی کی جنگ میں جب انگریزوں نے سراج الدولہ کو قتل کردیا اور اس کی حکومت پر قبضہ کرلیا تو اس کا ایک امام باڑہ تھا جس میں محرم کی عزاداری ہوتی تھی۔ اس کو بھی انگریزوں نے سیل کردیا اور اس وعدے پر کھولا کہ دوران عزاداری کوئی شخص سراج الدولہ کا نام اپنے لب پر نہ لائے برطانوی حکومت کی اس شرط کو مسلمانوں نے مان لیا۔ ابھی امریکہ اور انگلینڈ نے عراق پر قبضہ کیا تو ۲۰ رصفر کو یعنی امام حسینؑ کے چہلم کے موقع پر مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کربلا میں موجود تھی اورانہوں نے آزادی کے ساتھ چہلم کی رسومات ادا کیں۔ لیکن جب عراقی عوام عراق میں عراقیوں کی حکومت کا سوال یا امریکیوں اور انگریزوں کے عراق سے واپس جانے کے لئے نعرہ لگاتے ہیں تب عراقیوں کی ساری آزادی ختم کردی جاتی ہے۔ بات صرف اسی حد تک محدود نہیں رہتی بلکہ رمس فیلڈ ایران سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ عراق سے دور رہے۔ حیرت انگیز بات ہے کہ ایران جس کا عراق کے ساتھ مذہبی ثقافتی اور پڑوسی کا رشتہ ہے اس سے تو ان کو علیحدہ رہنے کو کہا جارہا ہے اور امریکی و برطانوی فوجی جس کا عراق سے کسی بھی قسم کا رشتہ نہیں وہ وہاں اپنی حکومت قائم کرنے کا میدان بنارہے ہیں۔

امام خمینیؒ کا یہ تاریخی کارنامہ ہے کہ انھوں نے ایران سے امریکی اثرات اور شہنشاہیت کو ختم کردیا۔ اور اسلامی جمہوری نظام کو جس کو عالم اسلام کی اکثریت کالعدم قرار دے چکی تھی آپ نے نہ صرف تحریر وتقریر کی حد تک بلکہ ایران میں اس کی بنیاد ڈال کر ثابت کردیا کہ اسلامی حکومت کا منصوبہ جس کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ہر دور میں قابل عمل ہے۔ امام خمینیؒ کے اس عمل نے پوری دنیا میں انقلاب برپا کردیا جس کے نتیجے میں مغربی اور مشرقی طاقتوں پر ایک زلزلہ ساطاری ہوگیا۔ اور نہ صرف غیر مسلم حکمراں، بلکہ مسلم حکمراں بھی اس نظریہ کو اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگے۔ اسی پالیسی کے تحت بقول امام خمینیؒ

"امریکہ کے حکم ومدد سے صدام تکریتی نے ایران سے جنگ شروع کردی" تاکہ اسلامی جمہوریہ کے تصور کوشروع ہی میں ختم کیا جاسکے۔ امریکہ اور صدام حسین نے ایران سے ۱۹۷۹ء سے ہی اپنے تعلقات کوختم کرلیا۔ خود کو جمہوریت کی علمبردار بتانے والی امریکی حکومت ایران کے شہنشاہ وآریامہر کی دوست تھی لیکن ایران میں جمہوریت کے قیام کے بعد ایران کی دشمن بن گئی۔

اسلامی جمہوریہ کی تعریف امام خمینیؒ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں" اسلام اور اسلامی حکومت ایک الٰہی دین ہے جو اپنے نفاذ کی صورت میں فرزندان اسلام کے لئے دنیا وآخرت کی سعادت کے اسباب بہترین طریقہ سے فراہم کرسکتی ہے اور اس میں اتنی قوت وتوانائی موجود ہے کہ ہر طرح کی جارحیت ،فساد ،ظلم وتعدی اورلوٹ کھسوٹ پر خط بطلان کھینچ کر انسان کو ان کے مقصود اعلیٰ کو پہونچادے" اس کی مزید وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں "اسلام ایک ایسا دبستان ہے جو غیر توحیدی دبستانوں کے برخلاف تمام فردی ، سماجی ، مادی ، معنوی، ثقافتی ، سیاسی عسکری اور معاشی امور میں دخیل اور ان کی نگرانی کرتا ہے اور انسان اور معاشرہ کی تربیت اور اس کی مادی اور معنوی ترقی میں موثر چھوٹے سے چھوٹے نکتے کو بھی نظر انداز نہیں کرتا ہے۔"

لیکن ۶۶۱ء کے بعد سے بیسویں صدی تک علماء اورصوفیاء نے اسلام کے اس پہلو کو اجاگر کرنے کے بجائے اسلام کوصرف بنیادی عبادات مثلاً نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج تک محدود کردیا۔ خود ہندوستان میں سلاطین دہلی، مغل بادشاہ اور بعد میں نوابین کے دور میں ملوکیت کے اصول پرعمل کرکے حکومت قائم کی گئی۔ اسلام کی سیاسی فکر پر علماء کی خاموشی کے ساتھ ساتھ مسلم عوام بھی اسی بات کے حامی بن گئے مسلم عوام کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ دین اسلام عبادت کے ذریعہ جنت الفردوس کا حقدار بناتا ہے اس کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے نتیجے میں مسلم حکمراں محفوظ ومامون ہوگئے۔

امام خمینیؒ اس سلسلے میں اپنی امید کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں" امید ہے کہ اس

کے نورانی پرتو سے تمام اسلامی ممالک جگمگا اٹھیں گے اور تمام ممالک اور قومیں اس زندگی ساز مسئلہ میں تفاہم کر کے تاریخ کے مجرموں اور دنیا کو ہڑپ کرنے والی طاقتوں کی دسترس سے دنیا کے ستم رسیدہ اور مظلوم افراد کو قیادت تک کے لئے محفوظ کرلیں گی'' امام خمینیؒ کا خیال تھا کہ ایران میں واقع ہوئے اس اسلامی انقلاب سے دوسرے اسلامی ممالک جگمگا اٹھیں گے۔ مجھے یہاں اسلامی ممالک کی اصطلاح سے اختلاف ہے اس لئے کہ ان تمام ممالک کی سیاسی بساط موروثی ملوکیت اور جاگیردارانہ نظام پر قائم ہے لہٰذا ہم ان ممالک کو مسلم ملک تو کہہ سکتے ہیں لیکن اسلامی ممالک نہیں۔ اس لئے کہ ان ممالک کی سیاست، سماج، معیشت سب میں ظلم وزیادتیاں رہی ہیں اور اسلام انصاف پسند سیاست اور حکومت کا علمبردار ہے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ تر مسلم ممالک نے ایران میں واقع ہوئے انقلاب اور اس کے بعد اسلامی جمہوریہ کے قیام کو اپنے لئے خطرہ تصور کیا۔ اور بجائے جگمگانے کے وہاں بلیک آوٹ کردیا گیا تاکہ اسلامی جمہوریت کے جراثیم ان کے ملکوں میں نہ پہونچ جائیں اور ان کی موروثی بادشاہت کو ختم نہ کردیں۔

آپ اپنی وصیت میں اسلام کی مخالفت کررہے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ''کبھی کھلم کھلا اور علی الاعلان یہ کہتے ہیں کہ: اسلامی قوانین جو چودہ سو سال قبل وضع ہوئے تھے، عصر حاضر میں ملکوں کا انتظام چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ یا یہ کہ: اسلام ایک رجعت پسند دین ہے جو ہر نئی اور مظہر تمدن چیز کا مخالف ہے اور اس دور میں کوئی ملک، عالمی تہذیب اور اس کے مظاہرے سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا۔ افسوس صد افسوس اس دوسرے قسم کے پروپگنڈے نے بعض علماء اور اسلام سے بے خبر دین داروں پر اس حد تک اثر ڈالا ہے کہ وہ حکومت و سیاست میں مداخلت کو گناہ اور فسق سمجھنے لگے تھے اور شاید آج کچھ اسی طرح کا تصور رکھتے ہوں اور یہ وہ عظیم المیہ ہے جس سے اسلام دوچار تھا'' جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ ہندوستان کے بعض علماء کی چودھویں صدی عیسوی میں یہی رائے تھی کہ اسلامی قوانین ملکوں کا انتظام چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ علماء نے اسلامی نظام حکومت کی طرف

سے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

ہندوستان میں شاہ بانو عدالتی معاملہ کے دوران یہ بات بحث کا حصہ رہی اور سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد باقاعدہ پارلیمنٹ سے قانون پاس ہوا کہ طلاق کے بعد وہی پوزیشن رہے گی جو مسلم پرسنل لاء میں لکھی ہوئی ہے۔لیکن ایران میں نکاح نامہ میں لڑکی صاحب اختیار ہے کہ وہ نکاح نامہ میں اس شرط کو رکھ سکتی ہے کہ اگر اس کی شادی ۱۹۸۰ء میں ہوئی اور ۲۰۰۰ء میں طلاق دی تو 1980 سے ۲۰۰۰ تک یعنی بیس سال تک کی مدت میں تمام کمائی ہوئی رقم ، جائداد بینک میں جمع رقم کا آدھا حصہ زوجہ کو ملے گا اور آدھا شوہر کو ۔ ایران میں نکاح نامہ کی اس تبدیلی نے مغربی دانشوروں کے اسلام پر اس الزام کی تردید کردی کہ اسلام ایک رجعت پسند دین ہے۔ امام خمینیؒ نے ایران میں ایسی راہ دکھائی جس میں اسلام کے انصاف کے قانون کی روشنی میں بیسویں صدی میں جدید راہیں ہموار ہوسکتی ہیں اپنے وصیت نامہ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں'' کوشش کریں کہ (فقہ میں) نظریات تخلیقات تحقیقات بحث وگفتگو اور دقت نظر میں دن بہ بدن اضافہ ہوتا رہے'' ایک اور جگہ فرماتے ہیں'' پیہم کوششوں اور پوری توجہ کے ساتھ رفتہ رفتہ عدلیہ میں بنیادی تبدیلی لائیں۔'' لیکن ہندوستان کے شیعی علماء نے اپنا الحاق ابھی تک اسی پرانی سمجھ سے رکھا ہے اس لئے کہ ہندوستان میں شیعی علماء نے طلاق کے سلسلے میں ایران کے اس ترقی پسند قانون پر کوئی بات نہیں کی ہے بلکہ بالکل خاموش ہیں کوئی شیعی عالم ایران کے اس جدید قانون کا تذکرہ اپنی تقریر میں نہیں کرتا۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں'' دوسرا گروہ جو شیطانی منصوبہ رکھتا ہے اور اسلام کو حکومت و سیاست سے جدا سمجھتا ہے ان نادانوں کو یہ بتادینا چاہئے کہ قرآن کریم اور رسول خداؐ کی سنت میں جتنے احکام سیاست وحکومت کے سلسلے میں پائے جاتے ہیں اتنے احکام کسی اور موضوع سے متعلق ذکر نہیں ہوئے ہیں۔ میں اس وصیت نامہ میں صرف اشارہ کرتے ہوئے گذر رہا ہوں لیکن امید رکھتا ہوں کہ مصنفین مورخین اور سماجیات کے ماہرین مسلمانوں کو اس غلط تصور

سے نجات دلائیں گے اور جو کچھ کہا جارہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو صرف معنویات سے سروکار ہے اور دنیاوی حکومت وسیاست مردود و مذموم ہے۔ انبیاء۔ اولیاء اور دیگر مذہبی عظیم ہستیاں اس سے اجتناب کرتی ہیں۔ اور ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ یہ لائق افسوس اشتباہ ہے جس کا بنیادی مقصد اسلامی قوموں کو تباہ و برباد کرنے اور خونخوار سامراجیوں کے لئے راہ ہموار کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے" اپنی اس فکر کی مزید وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں "حکومت حق وہ چیز ہے جس کے قیام کے لئے سلیمان بن دادہ پیغمبر اسلامؐ اور آپ کے عظیم الشان اولیاء کے مانند افراد کوشش کرتے رہے ہیں اور وہ اہم ترین واجبات میں شمار ہوتی ہے او اس کی تشکیل عظیم ترین عبادات سے ہے۔ چنانچہ صحت مند سیاست جو ان حکومتوں میں پائی جاتی تھی ضروری اور لازم ہے۔" مسلمانوں میں یہ تحریک ساتویں صدی کے آخر سے شروع ہوئی اور علماء نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ مسلم عوام سے کہا گیا کہ ہمارا کوئی تعلق سیاست یا حکومت سے نہیں رہنا چاہئے بلکہ ہمارا تعلق صرف عبادات سے ہے۔ حکمراں کی طرف ہمیں نہیں دیکھنا چاہئے۔ اگر کہیں مسلم حکمرانوں کی شکایت عوام علماء یا صوفیاء سے کرتے تو جواب یہ ملتا کہ یہ تمہارے گناہوں کی سزا ہے۔ جب بنگال کے کچھ لوگوں نے شاہ معصوم کو خط کے ذریعہ بتایا کہ حاکم بنگال ہمارے اوپر بہت ظلم کررہا ہے تو شاہ معصوم جو شیخ احمد سرہندی کے صاحبزادہ اور خلیفہ تھے انھوں نے جواب لکھ دیا کہ یہ تمہارے گناہوں کی سزا ہے۔

کیونکہ مسلمان ۶۶۱ء سے موروثی بادشاہت کے زیر اثر رہے اور ایران بھی اس کا حصہ رہا۔ تو ایران کے عوام کو جمہوری راستے میں آنے والی دشواریوں کو سمجھاتے ہوئے امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ "حکومت جمہوری اسلامی کو پیش آنے والی مشکلات کو دور کرنے میں جان ودل سے شریک رہئے اور انھیں دور کرنے کی کوشش کیجئے حکومت اور پارلیمنٹ کو اپنا سمجھئے اور ایک محترم وعزیز محبوب کی طرح ان کی حفاظت کیجئے۔" آپ کو معلوم تھا کہ ۱۳۱۸ سال کی مسلمانوں میں قائم شدہ ملکویت ان کی سمجھ وفکر کا حصہ بن چکی ہے۔ اب جب بادشاہت کو

جمہوریت میں تبدیل کیا جائے تو ایک طرف سے اتنی مدت سے چلے آرہے نظام کو تبدیل کرنے میں دقتیں اور دشواریاں پیش آئیں گی اس لئے کہ عوام ہر تبدیلی سے گھبراتے ہیں۔ چاہے وہ شاہی نظام کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو۔ بقول شاعر

گئی خزاں تو بہاروں میں جی نہیں لگتا۔

شاہی نظام حکومت کو جمہوریت میں تبدیل کردنیا۔ کوئی آسان کام نہ تھا۔ ظاہر ہے مشکلات ضرور پیش آئیں کیوں کہ آزادی کی بھی قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔ تو آپ لوگوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ان مشکلات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو حل کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب آپ حکومت اور پارلیمنٹ کو اپنا محبوب تصور کریں۔ امام خمینیؒ صرف ایران میں جمہوریت کے دفاع کی بات نہیں کرتے ہیں بلکہ آپ ہدایت فرماتے ہیں کہ '' طاغوتی حکومتوں کی، جو لوٹ مار کرنے والی، ثقافت سے عاری، مطلق العنان اور تہی مغز حکومتیں تھیں اور ہیں، ہمیشہ مذمت کیجئے'' یہ بات بڑی اہم ہے کہ جو لوگ اسلامی جمہوری قدروں میں یقین رکھتے ہیں انکا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ موروثی بادشاہت، سلطنت اور مطلق العنان حکومتوں کی مذمت کریں۔ واقعہ کربلا کیا تھا؟ اسی موروثی ملوکیت کے خلاف ایک سخت احتجاج تھا۔ ہم واقعہ کربلا کی یاد تو ہر سال حضرت امام حسینؑ کو خراج عقیدت پیش کرکے تازہ کرتے ہیں لیکن آج یزیدی اور طاغوتی طاقتوں کی مذمت کرنے میں نہ صرف کوتاہی کرتے ہیں بلکہ بہت پیچھے رہتے ہیں۔ جب ایسی طاقتوں کے خلاف احتجاجات دہلی میں ہوتے ہیں تو اس میں تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد بہت کم اور شیعوں کی تعداد تو صرف چند اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے۔

حالات کو دیکھتے ہوئے امام خمینیؒ نے وصیت فرمائی'' عزیز وغیرت مند نوجوانوں یونیورسٹی سے وابستہ علماء دین اور اسلامی علوم کے طلباء سے اپنے تعلقات دوستی اور تفاہیم میں مزید استحکام پیدا کریں اور غدار دشمن کی سازشوں اور منصوبوں سے غافل نہ ہوں'' یہ بڑی اہم

بات ہے کہ ہم مختلف دائروں میں بٹے ہوئے ہیں خاص طور سے یونیورسٹی کے اساتذہ کا کوئی تعلق علمائے دین سے نہیں رہتا۔ ہندوستان میں بھی یہی صورت ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے مواقع پیدا کئے جائیں جب دونوں ساتھ بیٹھ کر بات کریں تاکہ دونوں میں ایک رابطہ پیدا ہوسکے۔ اور تقسیم کرنے والی طاقتوں کو موقع نہ ملے۔ سرسید احمد خاں نے اس بات کی کوشش ایم ۔ اے۔ کالج میں دینیات کا شعبہ کھول کر کی تھی جو آج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں فیکلٹی دینیات کی شکل اختیار کرچکا ہے۔ لیکن سرسید کا پلان تھا کہ یونیورسٹی کے پروفیسر اور شعبہ دینیات کے علماء میں رابطہ پیدا ہو لیکن وہ بات پوری نہ ہوسکی ۔ امام خمینیؒ کا مقصد بھی یونیورسٹی کے پروفیسران اور علماء کے درمیان دوری کو دور کرنے کا تھا۔

ان طاقتوں نے بقول امام خمینیؒ ''ہمیں اپنی ترقیوں اور اپنی شیطانی طاقتوں سے اتنا مرعوب وخوف زدہ کردیا ہے کہ ہمارے اندر کسی تخلیقی کام میں ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں رہ گئی ہے۔''

ہم نے اپنا سب کچھ ان کے حوالے کرکے اپنی اور اپنے ملکوں کی قسمت ان کے ہاتھوں میں تھمادی ہے اور آنکھ کان بند کرکے ان کے حکم کے غلام اور مطیع وفرمانبردار بنے ہوئے ہیں۔'' آپ ان حالات کی اور ان کے وجوہات کی مزید وضاحت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔'' میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے ظاہر سی بات ہے ہمیں ماضی قریب کی طویل تاریخ خاص طور سے ان آخری صدیوں میں ہر قسم کی ترقی سے محروم رکھا گیا ہے۔ پہلوی خاندان کے خائن حکمرانوں اور خاص طور سے تشہیراتی اداروں نے ملکی پیداوار کے خلاف پروپگنڈے اور اپنے کو حقیر وناچیز باور کراکے ہمیں ہر قسم کی ترقی وکوشش سے محروم کردیا۔ ملک کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانے کی غرض سے ہر قسم کی چیزوں کو درآمد کرنے کا دروازہ کھول دیا گیا۔'' اس میں شک نہیں کہ یہ طاقتیں نئی ٹکنالوجی میں ہم سے بہت آگے ہیں اور اتنے آگے ہیں کہ ہم انکا احاطہ بھی نہیں کرسکتے۔ اسی کے ساتھ یہ طاقتیں ان

ممالک کے عوام پر ایک نفسیاتی دباؤ پیدا کرتی ہیں کہ وہ فکری طور پر عجیب کیفیت میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور اس کا اکثر یہ اثر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان قوموں کو مرعوب ومفلوج کردیتی ہیں۔ اور ان قوموں کے لوگ ایک نفسیاتی غلامی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ تب کسی قوم پر شکست کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ میدان جنگ میں ہونے والی شکست اور ذلت آمیز شکست سے زیادہ کاری ہوتی ہے۔ اور اس کا احساس بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ کوئی آدمی مرتا نہیں اور کوئی عمارت تباہ نہیں ہوتی۔ امریکہ اور انگلینڈ ان دونوں میں جنگ لڑرہے ہیں تاکہ پوری دنیا میں امریکہ کی حکومت ہو۔ ایران کے شہر بوشہر میں نیوکلیائی اسٹیشن بنانے میں روس تعاون کررہا ہے۔ روس نے کہا ہے ترقی یافتہ ممالک کو ان ملکوں کی مدد کرنی چاہئے جو عدم توسیع صادر کا احترام کرتے ہیں۔ امریکہ روس پر مسلسل اس بات کے لئے دباؤ ڈالتا رہتا ہے کہ وہ ایران کے ساتھ اپنا نیوکلیائی تعاون ختم کردے۔ اس کا مطلب ہوا کہ ہم ان طاقتوں کے مجبور ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں ایران کو آزادی ملی۔ اب آزادی کے بعد مختلف مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ایران ۲۳ سال کا سفر طے کرچکا ہے لہٰذا اب ان ۲۳ سالوں میں ہوئے کاموں کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ ایک اہم بات ہے تو یہ ہے کہ چاہے وہ ایران، سعودی عرب، ہندوستان، پاکستان ہویا اور دوسرے ممالک ان ملکوں کے عوام کے ذہنوں میں یہ بات صاف ہوجانی چاہئے کہ جدید علوم کے خزانے انگریزی زبان میں شائع شدہ کتابوں میں ہیں اگر ہمیں ترقی کرنی ہے تو اس زبان کو سیکھنا ہوگا اس لئے کہ جدید علوم کے خزانوں سے عربی، فارسی، ہندی اور اردو محروم ہیں۔ لسانی عصبیت سے کام نہیں چلے گا۔ ورنہ قومیں ان علوم کے خزانوں سے محروم رہیں گی اور ترقی کی مزلیں طے نہیں کرسکیں گی۔

یونیورسٹی کے سلسلے میں انکا منصوبہ یہ ہے کہ جوانوں کو اپنے اقدار اور ثقافت وادب سے منحرف کرکے مشرق یا مغرب کی طرف موڑ دیں اور حکومتی کارکنوں کو انہیں کے درمیان سے انتخاب کرکے ملکوں کی سرنوشت پر ان لوگوں کو مسلط کردیں تاکہ ان کے ذریعہ سے اپنی

من مانی کرتے رہیں'' ظاہر ہے کہ ان طاقتوں کو اپنی پالیسیوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے تعلیم کو ایک بڑے ہتھیار کی طرح استعمال کرنا ہے۔ جس مسئلہ کی طرف امام خمینیؒ نے اشارہ کیا۔ اسے ہندوستان میں ہم برٹش راج کے دوران دیکھ اور بھگت چکے ہیں کہ انگریزوں نے تعلیمی اصلاحات اور تعلیم کے احیاء کے نام پر ہندوستانی دماغوں کو بیہوشی کی دوا دے کر ہندوستانی ذہنوں کو بدل ڈالا۔ ہندوستانی تاریخ سے متعلق کولونیل مورخین پیدا کئے جنھوں نے ہندوستان کی تاریخ، انگریزوں کے موقف کے مطابق لکھی۔ مثال کے طور پر سر جادو ناتھ سرکار کی ہسٹری آف اورنگزیب جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اس میں انگریزوں ہی کے قائم کردہ نظریات کی عکاسی نظر آتی ہے۔ مجھے اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ جب میں نے ۱۹۷۳ء میں ایم۔ اے۔ تاریخ کی ڈگری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی تب اپنے مشفق استاد پروفیسر سید نورالحسن صاحب سے کامن ویلتھ اس کالرشپ کے لئے مشورہ کیا تاکہ اس کے تحت پی ایچ ڈی کا کام کروں۔ انھوں نے ہدایت کی کہ پہلے ریسرچ ہندوستان میں مکمل کرلو اس کے بعد انگلستان جانا ورنہ ابھی سمجھ مکمل نہ ہونے کی صورت میں مغربی سمجھ وفکر کے مقلد ہو کر رہ جاؤ گے اور فکری آزادی کھو بیٹھو گے۔

امام خمینیؒ نے اپنے وصیت نامہ میں یونیورسٹی نظام میں بھی اصلاحات کی بات کی اس لئے کہ یونیورسٹیاں ہی کسی ملک کا دماغ ہوتی ہیں'' میں وصیت کرتا ہوں اس معاملہ میں جو آپ کے ملک کو خطرات سے محفوظ کرنے کا ذریعہ ہے جان ودل سے کوشش کیجئے اور یونیورسٹیوں کو بعد کی نسلوں کے سپرد کیجئے'' آپ کی خواہش تھی کہ ایران میں تعلیم عام ہو اس لئے کہ قوموں کو اگر کوئی چیز آگے لے جاسکتی ہے اور استحکام دلاسکتی ہے تو وہ علم ہی ہے۔ لہٰذا یونیورسٹیوں کا احیاء از حد ضروری ہے کسی ملک وقوم کی ترقی کا دارومدار دانشگاہوں اور علمی درسگاہوں پر ہی ہوا کرتا ہے۔

❁❁❁❁

امام خمینیؒ کی عرفانی فکر میں تصور قیادت

پروفیسر شاہ وسیم
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

امام خمینیؒ کی عرفانی فکر میں تصور قیادت پر کچھ لکھنے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مناجات شعبانیہ سے اس اقتباس کا ایک حصہ جسے انھوں نے اپنی چھوٹی بہن فاطمہ طباطبائی کو ایک خط میں لکھ بھیجا تھا، ان کی عرفانی فکر کو سمجھنے اور اس کی نہج تلاش کرنے میں اہمیت کا حامل ہے۔

"بارالہا! اپنی بارگاہ کی طرف توجہ کے لئے [دنیا کے تمام متعلقات سے] میرے اندر کامل انقطاع اور لاتعلقی پیدا کردے اور ہمارے دل کی آنکھوں کو اپنے جمال کے دیدار کے نور سے منور فرمادے تاکہ دل کی آنکھیں نور کے حجابوں کو چیر کر سرچشمہ عظمت وجلال تک پہنچ جائیں اور ہماری روحیں تیری ذات مقدس سے تعلق پیدا کرلیں۔"

پروردگارا! مجھے ان لوگوں میں قرار دے جنھیں تونے آواز دی اور انھوں نے تیری آواز پر لبیک کہی۔ تونے ان پر ہلکی سی ایک نظر ڈالی اور وہ تیرے جلال کے روبرو مدہوش ہو گئے۔ پس تونے ان سے درپردہ راز ونیاز کی باتیں کیں۔"[1]

بیشک یاد خدا اور عرفان کی یہ وہ منزل ہے جہاں سالکان راہ حق وصداقت وصفا اس منزل تک پہنچ جاتے ہیں جس کا ذکر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں کیا ہے:

"بیشک اللہ سبحانہ نے اپنی یاد کو دلوں کی صیقل قرار دیا ہے جس کے باعث وہ بہرا

ہونے کے بعد سننے لگے اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے... یکے بعد دیگرے ہر عہد یدار اور انبیاء سے خالی دور میں حضرت رب العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں وہ سرگوشیوں کی صورت میں (حقایق ومعارف کا) القاء کرتا ہے اور ان کی عقلوں سے (الہامی) آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی آنکھوں، کانوں اور دلوں سے بیداری کے نور سے (ہدایت وبصیرت کے) چراغ روشن کیئے... کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنھوں نے یاد الٰہی کو دنیا کے بدلے میں لے لیا۔ انھیں نہ تجارت اس سے غافل رکھتی ہے، نہ خرید وفروخت۔ اسی کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرمات الٰہیہ سے متنبہ کرنے والی آوزوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں عدل وانصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں۔ گویا کہ انھوں نے دنیا میں ہوتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کرلیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے اسے دیکھ لیا...''[۲]

عرفان، بندگی، پاکیزگیٔ نفس اور عجز ونیاز کا متقاضی ہے کیونکہ یہ شرائط عشق حقیقی ہیں۔ امام خمینیؒ کی شخصیت، معرفت کے جن بلند ترین مناروں پر فائز تھی، اسے ان کے مندرجہ ذیل اشعار سے سمجھا جاسکتا ہے۔

من بخال لبت ای دوست گرفتار شدم
چشم بیمار تورا دیدم وبیمار شدم
فارغ از خود شدم وکوس انا الحق بردم
ہمچو منصور خریدار سردار شدم
غم دلدار فگندہ است بجانم شرری
کہ بجان آمدم وشہرۂ بازار شدم

[منظوم ترجمہ[۳]

خال لب کا ترے ہمدم ! میں گرفتار ہوا
چشم بیمار جو دیکھی ، تیرا بیمار ہوا
خود سے بیخود ہوا اور ساز اناالحق چھیڑا
مثل منصور خریدار سردار ہوا
غم جاناں نے کی دل میں وہ شرر افشانی
اس قدر تڑپا کہ چرچا سربازار ہوا

وہ فاطمہ طباطبائی کو لکھتے ہیں: ’’[العلم هو الحجاب الاكبر] علم سب سے بڑا حجاب ہے اور اگر حق کی جستجو اور ’’اس‘‘ سے عشق کی آرزو ہے، جو بہت ہی نادر ہے تو یہی [علم] چراغ راہ اور نور ہدایت ہے [العلم نور يقد فه الله فى قلب من يشاء ۴] اس کے ایک گوشہ تک پہنچنے کے لئے تہذیب، تطہیر اور تزکیہ لازم ہے، تہذیب نفس اور تطہیر قلب غیر خدا سے... واحباب سرفہرست ہیں۔ نیز جہاں تک ممکن ہو مستجاب کی پابندی وہ بھی اس حد تک کہ انسان کو تکبر وخود نمائی میں مبتلا نہ کردے۔‘‘

’’تکبر وخود پسندی‘‘ اپنی بے مائیگی اور خالق کی عظمت سے انتہائی درجہ جہالت ولاعلمی کی دلیل ہے۔ اگر عالم خلقت کی عظمت پر ذرا غور کرلیا جائے، کم از کم اسی قدر جتنا آج تک انسان علم کی تمام تر ترقی کے ذریعہ اس سے آگاہ ہوا ہے، تو انسان اپنی اور تمام شمسی منظوموں اور کہکشانوں کی حقارت کم مائیگی کو محسوس کرتے ہوئے ان کے خالق کی عظمت کو ایک حد تک درک کرلے گا اور اپنے تکبر وخود بینی اور خود پسندی سے خجالت کا اظہار کرتے ہوئے جہالت کا احساس کرے گا... انسان خود کو ساری خلقت کا محور سمجھتا ہے۔ ہر چند کہ انسان کامل کی یہی شان ہے۔ تمام موجودات کی نظر میں معلوم نہیں کہ ایسا ہی ہوا، اور رشد وارتقاء سے عاری انسان [یقیناً] ایسا نہیں ہے... ۵

امام خمینیؒ کی عرفانی فکر میں قرآنی تجلیات کارفرما ہیں کہ قرآن نے عرفان ومعارف کو

بدرجہ اتم بیان کیا ہے۔ اس میں تدبیر وتفکر خود فکر انسانی کو جلا بخشتے ہیں۔ اور انسان کو اس کی عظمت ۔عرفانی پہلو ہیں کہ باعث تعلیم وتربیت انسان ہیں۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔

''میں ... اپنی بیٹی سے کہتاہوں کہ اس سرچشمہ فیض الٰہی یعنی قرآن کریم کے مفاہیم پر غور کرو۔ ہر چند کہ اس کا صرف پڑھنا بھی ، کیونکہ یہ حجابات میں گھرے ہوئے سامع کے نام محبوب کا خط ہے، دلپذیر آثار کا حامل ہے، لیکن اس میں نذیر وتفکر انسان کی بالا تر اور عظیم مقامات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ افلا یتدبّرون القرآن ام علی قلوبٍ اقفالھا۶ [کیا وہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں] اور جب تک یہ تالے نہ کھلیں اور بندشیں نہ ٹوٹ جائیں تدبیر وتفکر سے بھی جو واقعی نتیجہ ہے، حاصل نہ ہوگا...''۷

علوم وعرفان وتوحید میں سرگرم عمل ہونا صرف جستجو برائے جستجو، کے تحت نہ ہو بلکہ یہ کدوکاوش، یہ جستجو عشق سے سرشار تلاش حق کے لئے ہو تاکہ سالک کو اس کا مقصود مل جائے۔ ہاں ! جستجو ہو تو پاکیزگی نفس اور عمل کے ساتھ اور عمل تابع عقیدہ ہو یعنی شرط تہذیب نفس اور تطہیر قلب کے ساتھ ساتھ ظہور پذیر ہو۔ جیسا کہ امام خمینیؒ نے فرمایا ہے:

'' فلسفہ کا موضوع مطلق وجود ہے ۔خدا وند عالم سے لے کر وجود کے آخر مراتب تک، اور علم وعرفان علمی کا موضوع وجود مطلق ہے یا کہو حق تعالیٰ ہے اور اس میں ذات حق تعالیٰ اور اس کا جلوہ- جو اس سے الگ نہیں ہے- کے علاوہ کسی اور چیز سے بحث نہیں ہوتی- اگر کوئی کتاب یا کوئی عارف خدا کے علاوہ کسی اور چیز سے بحث کرے تو نہ وہ کتاب عرفانی ہے اور نہ بیان کرنے والا عارف ہے۔ اگر کوئی فلسفی عالم وجود پر، جیسا کہ وہ ہے، نگاہ کرے اور بحث کرے تو اس کی نظر الٰہی اور اس کی بحث عرفانی ہے اور یہ سب کچھ ذوق عرفانی سے الگ ہے جو بحث سے خارج ہے اور جس کے بغیر یہ سب کچھ بھی نہیں ہے چہ جائے کہ شہود وجدانی اور اس کے بعد بحر ہستی میں غرق ہونے کے ساتھ ہی ساتھ فنا کی منزل 'ادفع السراج کہ شمس

طالع شد" [چراغ بجھا دو کہ سورج نکل آیا]"۸

بات کو اور زیادہ واضح طور پر سمجھانے کے لئے جب ہم حدیث رسولؐ کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں اصل حقیقت ۔ آپ نے فرمایا ہے اول العلم معرفت الجبار وآخر العلم تفویض الامرالیہ [علم کی ابتدا جبار کی معرفت ہے کہ علم کی آخرش یہ کہ ہر امر اسی کی طرف لوٹ جاتا ہے]

آپ امام خمینیؒ کے "پیغامات اور تقریروں کے جس حصہ کو بھی دیکھئے اس میں تو حیدی رنگ وبو اور الٰہی جلووں کا احساس ہوتا ہے ۔ چاہے وہ لوگوں کو اتحاد و یکجہتی کی دعوت دے رہے ہوں یا دشمن کے مقابل استقامت اور اولوالعزمی کی نصیحت فرما رہے ہوں، وہ چاہے بڑی طاقتوں کو ان کی پالیسیوں کے سلسلہ میں پھٹکار رہے ہوں یا کمزور و بے سہارا اور مستضعفین کی حمایت پر زور دے رہے ہوں ۔ مختصر یہ کہ ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کی رہنما تحریروں اور پیغاموں کی اصل بنیاد توحید پر استوار عرفان ومعنویت کی خوشبو لئے نظر آتی ہے۔"۹

آپ کا یہ کہنا کہ "تمام عبادتیں اس بات کا وسیلہ ہیں کہ انسان کی اصل وحقیقت جلوہ گر ہوجائے طبیعی انسان الٰہی انسان بن جائے، انبیاء حکومت قائم کرنے نہیں آئے ہیں، یہ بھی ایک کام ہے۔ حکومت بھی قائم کرتے ہیں لیکن یہ مقصد نہیں ہے۔ یہ سب کچھ بس وسیلہ ہے"۱۰

یہ سچے عارفین ہیں جو مقام باطنی ، تک پہنچنے کے لئے شرع مقدس کے ظواہر اور دستورات ، کے پابند نظر آتے ہیں ، کیونکہ شرعی احکام کی پابندی کے ساتھ ہی کمال تک رسائی ممکن ہے۔ بیشک " وہ شیوہ جو عالم معنی سے مربوط ہے اور ظاہر جو کہ سرو باطن سے وابستہ وہی ہے جو خدا ، اس کے رسول اور اس کے اولیاء کے اقوال وگفتار کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، دینی احکام وآداب یعنی شرع مقدس الٰہی [کتاب وسنت] کے ظواہر کا علم اسرار ربانیہ ، انوار غیبیہ اور تجلیات الٰہیہ تک رسائی حاصل کرنے کی سیدھی راہ ہے، اگر ظواہر [آداب وشریعت] نہ ہوتے تو کوئی سالک الی اللہ کمال تک اور کوئی مجاہد مقصود وحقیقت تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔"۱۱

مسئلہ قیادت:

امام خمینیؒ کی عرفانی فکر میں تصور قیادت کو سمجھنا اس لئے بھی آسمان ہوجاتا ہے کہ ایک قائد کی ذمہ داری ہے کہ وہ طبیعی انسان کو الٰہی انسان، بنانے کے لئے وہ تمام اقدامات بجالائے جن سے عدل وانصاف قائم ودائم ہوں اور حقوق اللہ، اور حقوق العباد دونوں ادا ہوتے رہیں۔ جیسا کہ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے آدمیوں کو بغیر کسی حکومت کے چارہ نہیں ہے۔:"...جس کی حکومت میں مومن [اپنا] کام کرے اور کافر اس میں نفع اٹھائے اور خدا اس میں [لوگوں کی] اجل پہونچائے اور اس کے سبب سے مال غنیمت جمع کیا جائے اور اس کے ہمراہ دشمن سے جنگ ہوسکے اور اس کے ذریعہ محفوظ رہیں اور [اس کے ذریعہ سے] کمزور کا حق زبردست سے لیا جائے۔ یہاں تک کہ نیکو کار کو آرام ملے اور بدکار [کی شرارت سے] امن حاصل ہو..." [۱۲]

اس طرح حکومت انسانوں کی ضرورت ہے اس لئے اسے بہترین نہج اور اصولوں پر قائم ہونا چاہیئے۔ اسی ضمن میں قیادت مسئلہ ولایت فقیہ کے تحت زیر بحث آتی ہے۔ امام خمینیؒ نے مسئلہ ولایت فقیہ پر بحث فرمائی ہے۔"... اس میں وہ حاکم کے اوصاف وشرائط کو اس کا نتیجہ سمجھتے ہیں کہ حکومت اس نوعیت کی ہونی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں۔

"اسلامی حکومت چونکہ قانونی حکومت ہے بلکہ قانون کی حکومت کے علاوہ کچھ اور ہے ہی نہیں اور اس کی تشکیل کا مقصد قانون کا نفاذ اور لوگوں میں عدالت کا رواج ہے لہٰذا دو صفت وخصوصیت والی اور حاکم میں ہونا ضروری ہے اور یہ دو صفت قانونی حکومت کی اساس وبنیاد ہے اور ان دو کے بغیر قانون کی حکومت کا وجود ہی معقول نہیں ہے:

ا۔ قانون کا علم چونکہ حکومت قانون کی ہے لہٰذا حاکم کو قوانین کا علم ہونا چاہیئے جیسا کہ روایات میں بھی آیا ہے۔ اور نہ صرف حاکم کے لئے بلکہ ان تمام افراد کو جو حکومت میں کوئی مقام ومرتبہ رکھتے ہیں انھیں قوانین الٰہی کا علم وآگہی ہونی چاہیئے تاکہ وہ قانون پر عمل

درآمد کرا سکیں...

۲۔ حاکم کو اعتقاد واخلاقی فضائل میں درجہ کمال پر فائز اور عادل ہونا چاہئے۔ اس کا دامن گناہوں سے آلودہ نہ ہو ان دو شرطوں کی ضرورت واضح ہے کیونکہ یہ معقول نہیں ہے کہ خداوندعالم کسی جاہل ظالم اور فاسق کو مسلمانوں پر حاکم اور ان کے اموال ونفوس ومقدرات پر حاکم بنادے... ۱۳

مندرجہ بالا نکات پر دلیل کے طور پر نہج البلاغہ سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کیا جاسکتا ہے۔

"... اے لوگو! تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت [نفاذ] احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگارہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انھیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چر کے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال ودولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم کردے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ وہ [دوسروں کے] حقوق کر رائیگاں کردے گا اور انھیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کردینے والا کہ وہ امت کو تباہ وبرباد کردے گا۔" ۱۴

حوالے :

۱۔ امام خمینیؒ کا ایک عرفانی خط [۲۴ شعبان المعظم بروز شنبہ، ۱۴۰۴ھ] ترجمہ سید احتشام عباس زیدی، توحید جلد ۷ شمارہ ۴۱، جون۔ جولائی ۱۹۹۰ء قم، جمہوری اسلامی ایران، صفحہ ۱۵۔

۲۔ نہج البلاغہ، احباب پبلیشر، لکھنو، ۱۹۸۲، صفحات ۷۷-۶۷۶

۳۔ منظوم ترجمہ محمد ظفر الحسینی

۴۔ علم ایک نور ہے خدا جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔

۵۔ امام خمینیؒ کا ایک عرفانی خط [۲۴ شعبان المعظم، بروز شنبہ، ۱۴۰۴ھ] ترجمہ سید احتشام عباس زیدی، توحید، جلد ۷ شمارہ ۴ جون۔ جولائی ۱۹۹۰ء قم، جمہوری اسلامی ایران صفحات

[۱۶-۱۷
۶۔ سورہ محمد آیت ۲۴
۷۔امام خمینیؒ کا ایک عرفانی خط ۲۴۰ شعبان المعظم، بروز شنبہ، ۱۴۰۴ھ]ترجمہ سید احتشام عباس زیدی، توحید، جلد ۷ شمارہ ۴، جون - جولائی ۱۹۹۰ء قم جموری اسلامی ایران، صفحہ ۱۸۔
۸۔ ایضاً صفحہ ۲۴
۹۔ محمد سروش، امام خمینیؒ کا عرفان، ترجمہ سید ولی الاحسن رضوی توحید، جلد ۷ شمارہ ۴، جون- جولائی ۱۹۹۰ء صفحہ ۹۶
۱۰۔ امام خمینیؒ، تفسیر سورہ حمد صفحہ ۸۱، بحوالہ محمد سروش، امام خمینیؒ کا عرفان ترجمہ سید ولی الحسن رضوی، توحید جلد ۷ شمارہ ۴ جون- جولائی ۱۹۹۰ء صفحہ ۹۶۔
۱۱۔ محمد سروش، امام خمینیؒ کا عرفان، ترجمہ سید ولی الحسن رضوی، توحید، جلد ۷ شمارہ ۴، جون- جولائی ۱۹۹۰ء صفحہ ۹۰۔
۱۲۔ خطبہ ۱۴۱، [نہج البلاغہ] احباب پبلیشر، لکھنو، ۱۹۸۲،
صفحہ ۲۰۴
۱۳۔ سید حسن طاہری، امام خمینیؒ اور نظام حکومت کے مسائل، ترجمہ سید احتشام عباس زیدی، توحید، جلد ۸ شمارہ ۶، اکتوبر ونومبر ۱۹۹۱ء ۸۸-۸۷
۱۴۔ خطبہ ۱۲۹، [نہج البلاغہ] احباب پبلیشرس، لکھنو، ۱۹۸۲ء صفحات ۲۰-۴۲۰

حضرت امام خمینیؒ

قناعت اور سادگی کا پیکر

مرغوب حیدر عابدی

حضرت امام خمینیؒ اعلی اللہ مقامہ، جیسی ذات والا صفات، کی عالمانہ شخصیت پر مقالہ لکھنے کا کام اگر ایک کم علم انسان کے سپرد کردیا جائے تو وہ سوائے احساس تنگ دامانی کے اور کربھی کیا سکتا ہے۔ مجھے جب یہ خانۂ فرہنگ ایران کے لائق کلچر کاؤنسلر کی جانب سے دعوت نامہ موصول ہوا تو اس پُر خلوص تحریر کو کو میں نظر انداز نہ کرسکا اور بے ساختہ کلمہ تشکر زبان پر آیا۔تعمیل حکم کی خاطر مقالہ تحریر کردیا۔ اس میں جو کوتاہیاں ہوئیں اس کے لئے ارباب علم وفضل سے پیشگی معافی کا خواستگار ہوں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس شعر کے خالق کے پیش نظر کوئی بھی شخصیت رہی ہو مگر اس وقت میری نظر میں امام خمینیؒ کی عالمانہ شخصیت اس شعر کی صحیح مصداق ہے۔ بات ۱۹۷۹ء کے اوائل کی ہے کہ ایک زندہ قوم نے ہزاروں سال کی بے نوری کے بعد ایک دیدہ ور کو پالیا تھا۔ یہ شخصیت اخبارات اور ریڈیو پر روزانہ موضوع بحث رہتی اور حلقۂ دانشوران میں بھی یہ شخصیت موضوع گفتگو تھی۔ اب تاریخ عالم میں ہمیشہ زندہ رہنے والی اور کبھی نہ بھلائی جانے والی شخصیت علامہ امام خمینی مرحوم ومغفور کی ہے۔ اسکے بعد ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ پڑھتے رہنے سے ایک دلچسپی پیدا ہوگئی اور حضرت نے ہر صاحب قلب کے یہاں ایک مقام حاصل کرلیا۔

حضرت امام خمینی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۲۰ رجمادی الثانی کو جوسیدۂ عالم معصومہ کونین حضرت فاطمہ (س) کی تاریخِ ولادت ہے، خمین نامی مقام پر ایک عالم گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت آیت اللہ سید مصطفیٰ الموسوی آپ کے بچپن میں ہی اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور آپ کے بڑے بھائی حضرت آیت اللہ المرتضیٰ پسندیدہ نے آپ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری سنبھالی۔ ایسا مذہبی ماحول تھا جس میں رہ کر آپ نے زندگی کے ابتدائی منازل طے کیے۔ مذہبی جوش وخروش تو آپ کے لئے اس ماحول کی دین تھا جو ہر دن بڑھتی پریشانیوں اور رکاوٹوں کے باوجود شعلہ عشق کی طرح دل میں بھڑکتا رہا۔

ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹ر برس کی عمر میں آپ اپنے استاد عالی قدر شیخ عبد الکریم حائری یزدی کے پاس اراک تحصیل علم کے لئے تشریف لے گئے اور پھر ان ہی کے ساتھ جب انھوں نے قم میں حوزۂ علمیہ قائم کیا تو آپ بھی منتقل اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ نے کسب علم کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور بہت جلد درجۂ اجتہاد پر فائز ہوگئے۔

وہاں پر آپ نے ہزاروں شاگردوں کو درس دیا مگر اس پر کبھی غرور نہ کیا، نہایت سادگی اور محبت سے ہر ایک شاگرد سے پیش آتے۔ اپنی ذمہ داریوں سے وہ نہایت سنجیدگی ،ایمانداری اور متانت سے عہدہ برآ ہونا جانتے تھے۔اس کے صلے میں اپنے کسی بھی شاگرد سے کوئی خدمت لینا اپنے مزاج کے خلاف سمجھتے تھے ۔ اس سادگی ، ایمانداری اور قناعت پسندی کی مثال آج دیکھنے کو نصیب نہیں۔ ہزاروں سال بعد جب ایرانی قوم نے شہنشاہیت سے آزادی حاصل کی اور حضرت امام خمینیؒ اس کے بجا طور پر ہیرو تسلیم کر لیے گئے تو آپ کے مزاج میں تکبر آجانا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی مگر اس کے برخلاف سادگی کی یہ مثال دی جاتی ہے کہ جب کبھی کہیں مہمان ہوتے تو جب تک اہلیہ محترمہ دسترخوان پر نہ آجاتیں کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ اعلیٰ خلقی کا یہ عالم کہ جب کبھی محفل میں داخل ہوتے تو سلام کرنے میں سبقت

فرماتے۔ یہی نہیں جب کبھی آپ کی رہبری کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے تو آپ فوراً اس کا سہرا پوری اسلامی برادری اور ایرانی قوم کے سر باندھ دیتے اور کبھی اپنی زبان سے اپنی تعریف نہ کرتے تھے۔ منکسر المزاجی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ایک واقعہ جس سے سادگی ٹپکتی ہے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی میز پر جو پانی سے بھرا ہوا گلاس رکھا جاتا تھا اس پانی کو پورا استعمال کیا کرتے تھے اسے بے کار ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔

صبر و قناعت کی مثالیں بہت ہیں۔ مگر مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے وہ دور جب آپ رضا شاہ پہلوی کی طرف سے جلاوطن کردیے گئے تو اس وقت بڑی حد تک ماحول کو سازگار کرکے اپنے حق میں بنایا جاسکتا تھا، مگر نہیں آپ نے بڑے صبر و استقلال اور اپنے موقف پر مثالی ثبات قدم کے ساتھ جلاوطنی گوارہ کی اور کبھی ترکی اور کبھی عراق اور کبھی پیرس میں زندگی گزارتے رہے۔ جرم بس یہ تھا کہ امام خمینیؒ اور ان کے احباب نے تمام زندگی درس اخلاق اور شہنشاہیت کے برخلاف مذہبی بیداری کی تبلیغ کے لیے وقف کردی تھی۔

جب رضاخاں پہلوی کے زمانے تک آتے آتے ہزاروں سال کی شہنشاہیت نے اپنے کمال کو پہنچ کر دم توڑدیا اور ایرانی قوم میں مذہبی بیداری پیدا ہوگئی اور تمام معاشرے کو امریکہ میں تبدیل ہونے کے خلاف ایک چنگاری نے جوالامکھی کا روپ دھارلیا اور حضرت امام خمینیؒ کا ایک طویل وقفہ کے بعد ایران میں داخلہ ہوا تو وہ فروری ۱۹۷۹ء کی ایک صبح تھی، ہر طرف امام خمینیؒ زندہ باد کے نعرے بلند ہورہے تھے اور آپ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتے ہوئے شکر خدا میں محو تھے۔ اس عظیم الشان کامیابی کے بعد کی زندگی کا بھی جائزہ لیا جائے تو وہ بھی ایک نہایت سادہ اور قناعت پسند انسان کی زندگی نظر آتی ہے۔

شیخ علی اکبر آشتیانی کے جملوں میں:

''تہران میں وہ جس مکان میں رہتے تھے وہ حجت الاسلام جمارانی، ان کے دو بھائیوں نیز ان کے داماد کی ملکیت ہے۔ آقائے جمارانی نے امام کی

رہائش کے لئے یہ مکان از خود پیش کیا۔ لیکن حضرت امام شرعی مسائل کا خاص خیال رکھتے تھے، لہذا انھوں نے ایک بار مذکورہ تمام مالکان کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ کیا آپ اس بات کے لئے راضی ہیں کہ میں اس مکان میں قیام کروں۔ ان لوگوں نے اپنی رضا ظاہر کردی لیکن امام نے اس بات پر اکتفا نہ کی اور عورتوں سے بھی دریافت کیا تو ان لوگوں نے بھی یہ اعلان کیا کہ اس مکان میں امام کی آمد ہماری عزت افزائی کا باعث ہے۔"

کہاں تک بیان کیا جائے۔ اگر امام کے خطبوں اور ارشاداتِ عالیہ کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے امام کی انکساری، شرافت قلبی، ، اعلیٰ ظرفی اور سادگی وقناعت پسندی پر مشتمل سینکڑوں واقعات ملتے ہیں جو آپ کے کردار کی خوبیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ حضرت امام کی سادہ نصیحتوں اور راست تقاریر وپیغامات کا ہی نتیجہ ہے کہ آج ان کے انتقال کے برسوں بعد بھی ان کے پیغامات کی گونج اسی طرح سنائی دے رہی ہے۔

آپ کے خطبوں سے جہاں شجاعت اور جواں مردی کا درس ملتا ہے وہیں خدائے وحدہٗ لاشریک کے لئے اظہار تشکر اور احساس قناعت کا درس بھی ملتا ہے۔ آپ کا پیغام امت مسلمہ کو ایک سچے راستے پر گامزن رہنے کی تلقین کرنا اور لاشرقیہ لا غربیہ اور وحدانیت کا درس واجب تھا۔ یہ تھا آپ کا راستہ جس پر آپ نے خود عمل کر کے دکھایا اور پوری ایرانی قوم کو اس کا درس دیا کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں اور ہرگز ہرگز عرب کو عجم اور عجم کو عرب پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ آپ اپنے خطبے میں اتحاد بین المسلمین کی دعوت دیتے ہیں۔ آج ہمارے لئے یہ نصیحتیں کتنی اہم اور پر معنی ہیں جب کہ ہم آج ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں ہمیں نہ صرف اتحاد بین المسلمین کی ضرورت ہے بلکہ انسان دوستی اور بھائی چارے کے اصولوں کی ازحد ضرورت ہے۔ جو امام خمینیؒ کی زندگی کی اساس ہے۔

حضرت امام خمینیؒ نے جب ۳/ جون ۱۹۸۹ء کو دنیائے فانی کو خیر آباد کہا تو گویا

انسانیت غم میں ڈوب گئی اور ماحول پر پژمردگی چھاگئی۔ دنیا بھر سے غمزدہ انسانوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی اور دنیا نے دیکھا کہ شرافت، سادگی اور قناعت پسندی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا ایک انسان اتنا عظیم بھی ہوسکتا ہے۔ آج جب کہ شیطان نے ہر طرف سے پھر سر اٹھایا ہے اور فضائے عالم کو مکدر کرنے کی مذموم کوشش ہورہی ہے۔ پھر سے خمینی کے عزم وارادوں کی ضرورت ہے تاکہ باطل سے لوہالیا جاسکے اور سچائی کو فتح حاصل ہوسکے۔

جریدہ ''راہ اسلام'' کا جولائی تا ستمبر ۲۰۰۲ء کا شمارہ امام کی زندگی پر یوں رقم طراز ہے:

''حضرت امام خمینیؒ محض ایک مرد زاہد، عارف فلسفی، مجتہد، مفسر، شاعر اور ادیب نہ تھے بلکہ وہ ایک عظیم سیاسی اور سماجی شخصیت کے حامل تھے اور انھوں نے اپنی شخصیت کے ہر شعبے کو اجاگر کرنے والی یادگار تالیفات چھوڑی ہیں جنھیں اہم علمی اور ثقافتی میراث کا درجہ حاصل ہے''۔

اگر امام کی وصیت کا ذکر کردوں تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ آپ نہ صرف ایرانی قوم کی فلاح چاہتے تھے بلکہ آپ نے فرزندان اسلام کے حق میں دعائیں کی ہیں اور نہایت سادگی سے دنیا کے تمام مظلوموں کے لئے راستہ ہموار کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں آپ کی وصیت کے مقدمہ کے آخری جملے جہاں فرماتے ہیں:

> ''میری یہ الٰہی وسیاسی وصیت صرف ایران کی عظیم الشان قوم ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ وصیت تمام اسلامی قوموں اور دنیا کے مظلوموں کے لئے ہے چاہے وہ جس مذہب وملت سے بھی تعلق رکھتے ہوں''۔
>
> خداوند عزوجل سے عاجزانہ دعا کرتا ہوں کہ ایک لحظہ کے لئے بھی ہمیں اور ہماری قوم کو اپنے حال پر (تنہا) نہ چھوڑے اور فرزندان اسلام نیز مجاہدین عزیز کو ایک لحظہ کے لئے بھی اپنی غیبی عنایتوں سے محروم نہ فرمائے۔''

❀❀❀

انسانی فضائل و کمالات

اور

امام خمینیؒ

سید محمود نقوی

علامہ اقبال کی چشم بصیرت کی یہ کارفرمائی تھی یا ان کی الہامی فکر کا نتیجہ کہ ایران کے اسلامی انقلاب سے بہت پہلے انھیں اس سرزمین سے کچھ صحت مند اور انقلاب آفرین امیدیں وابستہ ہوگئی تھیں:

من درین خاک کہن گوہر جان می بینم
چشم ہر زرہ چو انجم نگراں می بینم
دانہ ای را کہ نہ آغوش زمین است ہنوز
شاخ در شاخ و برومند وجوان می بینم
انقلابی کہ نگنجند بہ ضمیر افلاک
بینم و ہیچ ندانم کہ جہان می بینم

اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان کی دور بیں نگاہیں اس گرد آلود ماحول میں ایک سوار کی آمد کے آثار کو بھی دیکھتی ہیں۔

خرم آن کس کہ درین گرد سواری بیند

اور پھر انھیں تاروں کی لرزش سے جو ہر نغمہ کی نشان دہی بھی محسوس ہونے لگتی ہے۔

علامہ اقبال کا خواب سچ ثابت ہوا۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد شہنشاہیت کا

گرد وغبار چھٹا اور ۱۹۷۹ء میں ایک مرد حق آگاہ کی مساعی جمیلہ اور انتھک کوششوں سے اسلامی انقلاب رونما ہوا۔ جس طرح یہ انقلاب بیسویں صدی کا سب سے بڑا اور حیرت انگیز انقلاب تھا، اسی طرح اس انقلاب کا رہبر بیسویں صدی کا سب سے بڑا قائد اور عظیم انسان تھا۔ در حقیقت امام خمینیؒ اور اسلامی انقلاب دو مترادف الفاظ ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک قد آور شخصیت کا نام ہے اور دوسرا اس کے ناقابل فراموش کارنامے کا۔ اگر کسی کا کارنامہ زندہ اور باقی ہے تو وہ شخصیت بھی اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہے۔ اور کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ کچھ شخصیتوں اور ان کے کارناموں میں اتنا گہرا ارتباط ہوتا ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ کارنامہ مشخص ہوجاتا ہے، شخصیت کارنامہ بن جاتی ہے۔ امام خمینیؒ اور اسلامی انقلاب کے ساتھ یہی کیفیت ہے۔ اسلامی انقلاب کا لفظ ہونٹوں پر آتے ہی بے ساختہ ذہن میں امام خمینیؒ کی شخصیت ابھر آتی ہے۔ اسی طرح امام خمینیؒ کا ذکر ہوتے ہی اگر ایک طرف نطق زبان کے بوسے لینے پر آمادہ ہوجاتا ہے تو دوسری طرف ذہن اسلامی انقلاب کی کیفیات سے سرشار ہوجاتا ہے یقیناً ایسی قد آور شخصیتیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

خلاق عالم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے 'احسن تقویم' کے خطاب سے نوازا۔ لیکن اس شرف کے بار کو اٹھانا ہے ہر ایک بس کی بات نہیں۔ کیا بین الاقوامی سطح کے مجرموں کو بھی، بھلے ہی وہ کسی بڑے ملک کے صدر ہی کیوں نہ ہوں، اشرف المخلوقات میں شمار کرنا مناسب ہوگا؟ کیونکہ یہی انسان جب اپنے مزاج و کردار کی پستیوں کے باعث گرتا ہے تو اسفل السافلین کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے، پھر اس کے یہاں جائز وناجائز اور حق و باطل کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔ وہ صرف اپنے غلبہ اور اقتدار کی خاطر تمام انسانی اقدار کو بالائے طاق رکھ کر شکاری کتوں کی طرح حملہ آور ہوجاتا ہے۔ اور ان ہی انسانوں میں جب کوئی بندۂ خدا تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا مزاج وشعار بنالیتا ہے تو کبھی اس کے خلق عظیم پر فائز ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے، کبھی وہ عہد خاص قرب الٰہی کی اس منزل پر پہونچ جاتا ہے کہ دوکمانوں سے بھی کم کا فاصلہ

رہ جاتا ہے اور کبھی رب العالمین اسے رحمت العالمین کے خطاب سے نوازتا ہے۔ بیسویں صدی کے آخر میں اس عظمت کردار کا پرتو جس انسان میں نظر آتا ہے دنیا اسے امام خمینیؒ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ جس کے مزاج و کردار میں انسانیت کے وہ سبھی اعلیٰ اقدار موجود نظر آتے ہیں جو اسے اشرف المخلوقات اور احسن تقویم ہونے کا حقدار بناتے ہیں۔ ایسے انسان کو ہم اپنی اصطلاح میں بندۂ مومن کہتے ہیں جس کا اعتقاد وایقان یہ ہوتا ہے کہ ہم سے جو اچھے اور بڑے کام انجام پذیر ہوتے ہیں وہ بغیر تائید ایزدی کے انجام نہیں پاسکتے۔ امام خمینیؒ کی کسی تحریر یا تقریر میں یہ نہیں ملے گا کہ اسلامی انقلاب کے سرگروہ وہ خود تھے یا یہ کارنامہ انھوں نے بذات خود انجام دیا۔ جہاں بھی انقلاب کی کامیابیوں کا ذکر ہے وہ خداوندی فضل وکرم کے حوالے اور ایرانی عوام کی کوششوں کا نتیجہ ہی قرار دیا گیا ہے۔ انسان میں یہ صفت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اسے اللہ پر مکمل اعتبار ویقین ہو، جب نغمہ اللہ ہو اس کی رگ وپے میں شامل ہو۔ ایسے شخص کی امیدیں قلیل ہوتی ہیں لیکن اس کے مقاصد جلیل ہوتے ہیں۔ وہ دم گفتگو نرم لیکن دم جستجو گرم ہوتا ہے۔ رزم ہو یا بزم وہ پاک دل اور پاکباز ہی رہتا ہے۔ امام خمینیؒ کی پوری زندگی کے مطالعہ میں انسانی فضائل وکمالات کی جھلک ہر جگہ نظر آتی ہے۔ کسی ایک موقع پر بھی یہ کہنے کا موقع نہیں ملتا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ ان کی زندگی کے صرف دو چھوٹے سے واقعات بطور ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ فرانس میں قیام کے دوران ان کا ملازم سیب یا کوئی اور پھل ضرورت سے کچھ زیادہ خرید لایا۔ امام خمینیؒ نے زیادہ خرید نے کی وجہ دریافت کی تو ملازم نے کہا کہ سستے مل رہے تھے اس لئے زیادہ خرید لیے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ سستے ہونے کی وجہ سے کچھ غریب لوگ انھیں خرید سکتے تھے، اس طرح ان کا حق سلب ہو گیا۔ سوچنے سمجھنے کا یہ انداز اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب اللہ پر مکمل یقین ہو اور اس کی مخلوق سے بغیر کسی لاگ یا لگاؤ کے محبت والفت۔

انقلاب اسلامی کے بعد جب ایک مجرم کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو اس نے ایک عالم

دین کے وسیلے سے امام خمینیؒ سے سفارش کروائی کہ سزا میں تخفیف ہوجائے مگر امام خمینیؒ نے ان کی خواہش نامنظور کردی۔ جب عالم دین کا اصرار بڑھا تو آپ نے فرمایا ''میں آپ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتا ہوں لیکن میں لوگوں کی خوشی کے لئے خوشنودی پروردگار کونظر انداز نہیں کرسکتا۔''

بندۂ حق بین وحق اندیش اسی طرح گفتار وکردار میں اللہ کی برہان ہوتا ہے، اس کی گفتگو میں اگر ایسی شبنمی کیفیت ہوتی ہے جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک پڑجائے تو اس کی جرات وبیباکی بھی ایسے طوفان کی مانند ہوتی ہے جس سے دریاؤں کے دل دہل جائیں۔

انکساری انسانی فضائل وکمالات کا ایک بڑا وصف ہے مگر مردان خدا ایسے موقعوں پر انکساری سے کام نہیں لیتے جہاں حق پر آنچ آرہی ہو، پھر ان کی حق گوئی و بیباکی مصلحتوں کا شکار نہیں ہوتی۔ امام خمینیؒ کی زندگی میں بہت سے لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ انھیں مصلحت سے کام لینا چاہئے اور کسی ایک 'سپر پاور' کوتو اپنا دوست بنا نا ہی چاہئے، مگر وہ امریکہ کو ہمیشہ شیطان بزرگ کہتے رہے اور مشرقی بڑی طاقت کو بھی کبھی نہیں سراہا۔

ایک مردمومن اسی طرح کسی سے مرعوب نہیں ہوتا بلکہ فقیری میں بھی شاہی کیا کرتا ہے۔

امام خمینیؒ میں انسانی فضیلتوں کے دوسرے سبھی پہلو جیسے اپنے گھروالوں پر حکم نہ چلانا، اپنا کام بذات خود انجام دینا، سلام میں سبقت کرنا، فضول خرچی سے اجتناب کرنا، یہ سبھی خوبیاں موجود تھیں۔ وہ یقیناً ایسے مرد خدا تھے جو نقطۂ پرکار حق کو اپنا نصب العین اور شعار زندگی بناتا ہے۔ وہ بیسویں صدی کی بڑھتی ہوئی تاریکیوں میں پیدا ہونے والی ایک ایسی سحر تھے جس کا اجالا دور دور تک پھیلا، جس سے حسب توفیق بے شمار افراد فیضیاب ہوئے اور جس سے انسانی فضائل وکمالات کو صحت مند توانائی حاصل ہوئی۔ اور شاعر مشرق کے الفاظ میں وہ ایک ایسی انقلاب آفرین اور حیات بخش شخصیت کے مالک تھے جن کے لئے یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب وروز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن

☆☆☆☆☆

امام خمینیؒ اور معاد و قیامت

سید علی کاظم
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

جب بھی ہم کسی اچھے سامان کو دیکھتے ہیں تو سب سے پہلے ہمارا ذہن اس بات کی طرف جاتا ہے کہ یہ سامان کس کارخانہ کا بنا ہوا ہے اس کارخانہ کا بنانے والا کون ہے اور اس کارخانے میں کن اصولوں کے تحت یہ سامان بنایا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں جو دوسرے سامان تھے وہ بہت جلد خراب اور ناپدید ہوگئے لیکن یہ سامان ہے جو کہ کافی دنوں تک اچھا رہا اور فائدہ پہنچاتا رہا۔

یہی مثال انسان کے لئے بھی ہے اگر ہم کسی اچھے طالب علم کو دیکھتے ہیں جو سخت مقابلہ میں کامیاب ہوا ہے تو سب سے پہلے ذہن اس بات کی طرف جاتا ہے کہ وہ طالب علم کس اسکول کا پڑھا ہوا ہے اور وہاں کا اصول اور نصاب کیسا تھا۔

اوپر کی دو مثالیں ظاہری اور مادی تھیں لیکن اگر ہم اس مثال پر غور کریں کہ ایک وہ شخص ہے جو نفس کا کمزور ہے یعنی اگر اس کے پاس قدرت ہے تو وہ اس کا غلط استعمال کرتا ہے۔ وہ جنگ اور صلح میں تمام چیزوں کو جائز سمجھتا ہے ظلم کرنے سے ذرہ برابر گریز نہیں کرتا ہے لوگوں کے حقوق کو پامال کرنے میں وہ تاریخ بناتا ہے تاریخ اس کے ذریعہ قتل وغارت کئے جانے سے شرمندہ ہے اس نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے عوام کا خون چوسا ہے چاہے وہ اس کے ملک کے ہوں یا کسی دوسرے ملک کے ہوں۔ اپنی کرسی بچانے کے لئے ہزاروں کا حق تباہ کیا ہے۔ جب ان باتوں پر نظر پڑتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص بے لگام ہے اور کسی کے سامنے خود کو جواب دہ نہیں سمجھتا ہے

یعنی یہ کسی مبداء اور منتہا کا قائل نہیں ہے اور اس کی نظر میں صرف اور صرف مادہ

اور مادیت ہے۔

لیکن ایک طرف دوسرا شخص ہے جس کے اندر تمام خوبیاں کمال پر ہیں اور ایسے ایسے موقع پر خوبیاں اس سے ظاہر ہوئی ہیں کہ جمال پر اس کا تصور بھی محال ہے۔ جیسے دشمن تمام ظلم پر آمادہ ہے لیکن پھر بھی اتنا ہی جواب دیا جارہا ہے جتنا جائز ہے۔ ذاتی خوشی کے لئے جشن منانے سے گریز کرتا ہے چنانچہ جب امام خمینیؒ سے کسی صحافی نے پوچھا کہ آپ نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی کہ ۲۵۰۰ سالہ اس حکومت کو ختم کردیا جس کی امریکہ حمایت کررہا تھا اس موقع پر آپ کیسا محسوس کررہے ہیں تو امام خمینیؒ نے عجیب تاریخ ساز جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا ''مجھے کوئی فخر محسوس نہیں ہورہا ہے۔'' اسی طرح جب ایران عراق کی جنگ ہورہی تھی اس وقت عراق شہری علاقوں میں بمباری کررہا تھا اور کیمیاوی اسلحہ کا بھی استعمال کررہا تھا لیکن جب امام خمینیؒ سے پوچھا گیا کہ کیا کریں تو ایسے موقع پر کیا کیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ کسی کے سامنے جوابدہ ہیں لہذا مظلوم ہوجاؤ لیکن ظالم ہرگز نہ بنو۔ ان لوگوں کو قتل کرنا جو جنگ میں شامل نہیں ہیں اسلحوں کا استعمال قطعی حرام ہے جونسلوں پر اثر انداز ہو۔

انسان خوف کے وقت مقرب ہوجاتا ہے لیکن جب امام خمینیؒ کو قید کرکے قم سے تہران لے جایا جارہا تھا تو راستہ میں مغرب کا وقت ہوا امام خمینیؒ نے نماز کے لئے گاڑی روکنے کو کہا گاڑی رکی اور امام نے بہت آرام اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھی لیکن وہ پولس والے جو کہ امام کو گرفتار کرکے لے جارہے تھے راستہ میں خوف کی وجہ سے مضطرب تھے تو امام خمینیؒ نے ان کو دلاسہ دیا۔

آج تک یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ عیش اور تیش میں انسان قابو کھو بیٹھتا ہے لیکن اگر کوئی اس وقت اعتدال پر باقی رہ جائے تو یقیناً وہ کسی بڑے نظریہ کا حامل ہوتا ہے۔

امام خمینیؒ کا کچھ یہی انداز تھا۔ چاہے وہ انقلاب کے پہلے کا زمانہ ہو یا بعد کا، وہی اعتدال، وہی سادہ انداز اور وہی آزادی بیان کی حمایت وطرفداری کرنا۔ جبکہ ایران میں ولی

فقیہ کے طور پر سب سے اعلیٰ مذہبی اور حکومتی مقام پر فائز تھے لیکن اسکے بعد بھی ایک درویش کا منظر ان کی قیام گاہ پر نظر آتا تھا۔ اس کے اقوال میں وہی نرمی اور حق پسندی۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اس دور کے صدر مملکت کے نام پر اپنے مکتوب میں وہ لکھتے ہیں۔

''ہم لوگوں کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم لوگ جو کچھ کررہے ہیں اس پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہے بلکہ لوگوں کوتو یہ سمجھنا چاہئے کہ اعتراض واشکال اللہ کی طرف سے ایک ہدیہ ہے انسان کے رشد کے لئے! قرآنی آیات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

(الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ)

یعنی مومن تمام باتوں کوسنتا ہے اور اچھی بات پر عمل کرتا ہے۔ اس میں آزادی بیان بھی ہے اور حقیقت طلبی بھی۔

امام خمینیؒ کی زندگی میں ایسے ہزاروں اقوال وواقعات موجود ہیں جو دنیا کے لئے آج بھی مشتعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور دنیا کوتو تباہی سے بچا سکتے ہیں اوراس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ امام خمینیؒ کے نظریہ کی بنیاد کچھ ایسے اصولوں پر تھی جو انسان کو ہمیشہ بیدار رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیشہ دل دھڑکتا رہتا ہے ہمیشہ اس بات کا خیال رہتا ہے کہ کوئی ہے جس نے اس دنیا کو بنایا ہے، کوئی ہے جس نے بنانے کے بعد انسان کو بے قید وبند نہیں چھوڑا ہے بلکہ اسے کمال تک پہنچنے کا تمام راستہ بھی بتادیا ہے اور وہ عادل بھی ہے اور جوانسان کے تمام اچھے اور برے اعمال کی جزا اور سزا بھی دے گا۔ میدان محشر میں انسان کے خیروشر پر مبنی جملہ اعمال کو اس کی نگاہوں کے سامنے پیش کردیا جائے گا۔ یہ حقیقی امتحان وآزمائش کی منزل ہوگی اگر انسان اس دن کامیاب ہوگیا تو یہ سب سے بڑی کامیابی ہے چاہے دنیا میں اسے لاکھ ستایا گیا ہو۔ اور اگر وہ اس دن ناکام ونامراد رہا تو وہ بڑی رسوائی ہے چاہے دنیا میں خود کو بڑا ثابت کرنے کے لئے شہروں کو ویران کیا ہو، لوگوں کی آبرو کو خاک میں ملایا ہو، کسی بھی شریف کو ذلیل ورسوا کیا ہواور اپنی ان برائیوں کو چھپانے کے لئے دوسروں

کے خلاف وسیع پروپگنڈہ کا بازار گرم کیا ہو۔

امام خمینیؒ آخرت کی کامیابی کو سب سے بڑی کامیابی سمجھتے تھے اور اس کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے تمام زندگی کو وقف کر رکھا تھا۔ وہ چھوٹی سے چھوٹی بات کا بھی خیال رکھتے تھے۔

اسلام میں ہے اگر کوئی اپنی اولاد کو مارتا ہے اور اس سے کے جسم پر داغ نمایاں ہو جاتے ہیں تو اسے دیہ دینی ہوگی۔ امام خمینیؒ نے ایک بار اپنی بیٹی کو جو اس وقت کافی چھوٹی تھی صرف اس مقصد سے کہ ڈرایا جائے زمین پر چھڑی کو مارا لیکن اتفاق سے چھڑی پیر میں لگی گئی اور پیر لال ہوگیا امام خمینیؒ نے اپنی بیٹی کو دیت دی۔ یہ سب کردار معاد کے تصور سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ ویتنام، ہیروشیما، ایران اور عراق پر کیمیاوی اسلحہ سے لاکھوں بچوں کو اپاہج کر دیا جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ جہاں بھی ہمارا مفاد ہوگا وہاں ہم کچھ بھی کر گرزر ہیں گے۔ ساری دنیا میں ظلم نظر آئے اور جب خود ظلم کریں یا اس کی اولاد اسرائیل ظلم کرے تو تمدن نظر آئے۔

لازمی معلوم ہوتا ہے کہ خود امام خمینیؒ کی نظر میں معاد کا جو تصور تھا اور تصور جس پر یقین رکھنے کے بعد وہ اس اعلیٰ منزل پر فائز ہوئے تھے پیش کیا جائے۔

معاد پر ایمان فطری ہے۔

جس طرح توحید و معرفت، رسالت وولایت فطری ہے اسی طرح معاد پر ایمان بھی فطری ہے۔ جس کے ثبوت کے لئے امام خمینیؒ ایک لطیف اور سبھی کا محسوس کیا ہوا گوشہ بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا تمام لوگوں سے چاہے وہ عالم ہوں یا جاہل، شریف ہوں یا رزیل کسی بھی ملک وعلاقے کے رہنے والے ہوں دریافت کیا جائے کہ آپ جو محنت کر رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے تو سبھی فطری طور پر یہ جواب دیں گے کہ جو کچھ بھی کر رہا ہوں صرف اس لئے کے آرام حاصل ہو جائے۔ یعنی سب کی آخری خواہش و آرزو یہ ہوتی ہے کہ آرام مل جائے۔ اور انسان اس آرام کو اپنے لحاظ سے تلاش کرتا ہے۔ لیکن اسے مکمل راحت اور مطلق

سکون حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس دنیا میں ایسی راحت اور ایسا آرام ممکن ہی نہیں جس کے ساتھ کوئی تکلیف نہ ہو۔

اس لئے لازم ہے کہ ایسا عالم بھی ہو جہاں صرف اور صرف آرام وراحت ہو اور کسی بھی درد والم کا گزر نہ ہو۔ تمام نعمتیں کمال پر میسر ہوں تمام خوشیاں خالص ہوں اور وہ صرف عالم آخرت ہے۔

ایک ایسا عالم ہونا چاہئے جہاں پر انسان جو بھی ارادہ کرے وہ پورا ہوجائے کیونکہ انسان دنیا میں ایسا چاہتا ہے اس کی اس خواہش کی تکمیل یہاں ممکن نہیں ہو پاتی لیکن آخرت میں ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ ہمارے آئمہ نے ہم لوگوں کو یہ بشارت دی۔[۲]

انسان یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے لیکن یہ اس دنیا میں ممکن نہیں ہے یہ تبھی ممکن ہے جب انسان حق مطلق میں فنا ہوجائے تا کہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہ سکے۔

اس بات کو ایک جگہ اور لطیف انداز میں فرماتے ہیں کہ فطرت فنا سے بیزار ہے اوراس سے نفرت بھی کرتی ہے اور بقا ابدی سے محبت کرتی ہے اوردنیوی حیات کا ابدی ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے آخرت کا ہونا فطری ہے جہاں فنا نہیں بلکہ بقا ہی بقا ہے۔[۳]

دوسری جگہ وہ قیامت کے برپا ہونے کے لئے سزا کے عنوان سے ایک عقلی دلیل پیش کرتے ہوئے ان لوگوں کو جواب دیتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ فلاں نے ساٹھ سال ظلم کیا اسے ہمیشہ ہمیشہ کی سزائیں کیوں دی جائے گی۔ فرماتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں کہ ہم لوگ ایک ایسے شخص کو جو محمد رضا شاہ کی طرح ظلم کرے اس دنیا میں سزا دے سکیں کیونکہ اگر کسی نے ایک آدمی کو مارا ہے تو اسے قتل کردیا جائے لیکن اگرکوئی پوری ملت کو تباہ وبرباد کرے تو اس دنیا میں ہم اسے اس کے جرم کے تناسب سے کوئی سزا نہیں دے سکتے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایک عالم ابدی ہونا چاہئے جہاں ایسا خوفناک عذاب ہو جس کا ہم تصور بھی نہ کرسکتے ہوں تاکہ ایسے انسانیت دشمن مجرموں کو سزا دی جائے۔

امام خمینیؒ اپنی ایک مفصل تقریر میں فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر یہ قدرت نہیں پائی جاتی ہے کہ وہ اس شخص کو سزا دے سکے جس نے بیگناہ جوانوں کو اتنی طویل مدت تک قید خانہ میں مقید رکھا کہ وہ بوڑھے ہوگئے۔ ہم سے کچھ لوگ مصافحہ کرتے ہیں جب میں ان کے ہاتھوں کو دیکھتا ہوں تو وہ وقت یاد آتا ہے جب انکا ہاتھ عام لوگوں کی طرح تھا لیکن ان لوگوں پر ایسے مصائب ڈھائے گئے کہ وہ وقت سے پہلے بوڑھے اور کمزور ہوگئے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی تیس سال لوگوں پر ظلم کرے، اس کے افسران ملک میں چاروں طرف بچوں عورتوں بوڑھوں اور جوانوں کو خاک وخون میں غلطاں کرے لوگوں کے حقوق کو پامال کرے اور جب وہ تمام عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے کے بعد عمر کی آخری منزلوں میں آجائے تو کافی ہو۔

یہ بات عقل وانصاف اور فطرت کے خلاف ہے۔ اس لئے ایسی دنیا ہونی چاہئے جہاں اس کے ظلم کی کامل سزادی جائے ۔ اور وہ آخرت ہے [۴] فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره۔ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره۔[۵]

لیکن کیا وجہ ہے کہ مادیت پرست افراد معاد کا یقین نہیں رکھتے اس سلسلے میں امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔

مادیت پرستوں کے نزدیک معیار شناخت صرف حس ہے اور جو چیز محسوس نہ ہو اسے علم کے دائرہ کے باہر تصور کرتے ہیں اور ہستی کو صرف مادہ مانتے ہیں اور وہ چیز جو مادہ نہیں ہے اسے موجود تسلیم نہیں کرتے اور وہ غیب ، وجود خدا وحی ، نبوت اور قیامت کو اضافہ تسلیم کرتے ہیں ۔لیکن الٰہی مکتب فکر میں (حس اور عقل) دونوں کا اعتبار ہے اور وہ چیز جو معقول ہے وہ بھی علم کے دائرہ میں ہے چاہے وہ محسوس نہ ہو۔ اور اس کے بعد ایک عجیب وغریب اور نہایت لطیف انداز سے اس بات کو پیش کرتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی چیز مادہ نہ ہو لیکن موجود ہو۔ جس طرح مادی وجود کے درک کے لئے مجرد کی ضرورت ہوتی ہے بالکل اسی طرح شناخت

حس کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہے۔٦

یہ وہ پیغام تھا جو کہ امام نے گوربا چیف کو بھیجا تھا۔

پھر اپنے اسی پیغام میں مجرد کو ثابت کرنے کے لئے بہترین عقلی دلیل پیش کرتے ہیں جو کہ انسان کے مجرد ہونے کو بھی ثابت کرتی ہے اور معاد کو سمجھنے کے لئے ایک نیا باب کھولتی ہے جس کو اگر انسان سمجھ جائے تو بڑی بڑی مصیبتیں آسان ہوجاتی ہیں اور گناہوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ تجرد کی بحث کو ایک نئے انداز سے شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ بدیہی امر ہے کہ مادہ اور جسم خود سے بے خبر ہے جیسے ایک پتھر جو کسی بیابان میں پڑا ہوا ہے اور اسے خود نہیں معلوم کہ وہ کہاں پر ہے۔ اس کے اطراف میں کون ہے۔ اس کا دوست کون ہے اور اس کا دشمن کون ہے۔لیکن انسان اورحیوان کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ اس کے اندر کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہے جس کے ذریعہ سے وہ جانتا ہے کہ دوست اور دشمن کی شناخت کرلیتا ہے اور وہ مادہ سے جدا ہے اور مادہ کے مرنے سے نہیں مرتا۔٧

اس کے بعد انسان کا ایسا مجرد ہونا ثابت کرتے ہیں جو بالکل اعلیٰ اور بالامنزل ہے۔ ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ انسان اس عالم طبیعت کا ایسا مجرد ہے جو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے اور انسان کی یہ خصوصیت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک (Metaphysical) ہے جو کہ اس طبیعت (Physical) کو چلارہا ہے اور انسان میں یہ عقل کی صورت میں ہے جو کہ حد کمال تک پہنچ سکتا ہے۔٨

اور پھر تجرد کو آخری منزل تک پہنچاتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ قرآن کی بعض آیات ایک مقام عالی کی طرف دلالت کرتی ہیں جسے آیات رجعت اور انبیاء کا مقصد اس منزل تک پہنچانا ہے اور بہت ہی کم لوگ اس منزل تک پہنچ سکے۔ اگر انبیاء نہ ہوتے تو زیادہ تر انسان تجرد حیوانی ہی پر آکر رک جاتے۔لیکن اگر انسان اللہ اور اس کے رسول کے پیغام پر عمل کرتے تو شاید ایک مجرد عقلانی ہوجاتے۔٩

انسان معاد کا انکار اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس ہستی میں صرف مادہ کا قائل ہے لیکن اگر امام خمینیؒ کی ان دلیلوں پر غور کریں تو یقیناً انسان کا ذہن اس بات کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مادہ کے علاوہ بھی کچھ ہے جو اس ہستی میں موجود ہے جس کے ذریعہ انسان اور حیوان مجرد ہوا یعنی جسم کے علاوہ بھی ایک قوت ہے جو قوت ادراک ہے اور انسان میں وہ بالا او اعلیٰ منزل پر ہے اور اگر اسے کمال پر پہنچایا جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی اور وہ تمام تمنائیں جو انسان کی دنیاوی زندگی میں تھیں اور دنیاوی وسائل کے محدود ہونے کی بنا پر پوری نہیں ہوئیں اس دنیا میں پوری ہوجائیں گی جو کہ (Metaphysical) ہے۔

امام خمینیؒ ان تمام چیزوں کی تفسیر عرفانی انداز سے اپنے مخصوص انداز میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اُسے ہر نفس با آسانی درک کرسکتا ہے۔

اعتقاد معاد کا انسان کی زندگی میں اثر

امام خمینیؒ تمام عقیدوں کو انسان کی عملی زندگی میں لانا چاہتے تھے جیسے توحید کے لئے کہا تھا کہ توحید اخلاق میں بھی ہونی چاہئے ،توحید حکومت میں بھی ہونی چاہئے اور توحید معاملات میں بھی ہونی چاہئے وغیرہ وغیرہ اور یہی عین اسلام بھی ہے کہ سارا عقیدہ عمل کی منزل میں آجائے اور اگر یہ تمام پاک عقائد انسان کی عمل زندگی میں آجائیں تو وہ معاشرہ جس میں وہ رہ رہا ہے وہ جنت ہوجائے اس طرح معاد کے عقیدہ کو انسان کی عملی زندگی میں انقلاب بتاتے ہیں ۔فرماتے ہیں کہ اگر انسان کو یقین ہوجائے کہ اس دنیا کا کوئی خالق اور ایک روز سوال وجواب کا ہے اور مرنا فنا نہیں ہے مرنا ایک انتقال ہے نقص سے کمال کی طرف تو وہ ہر گناہ اور لغزش سے بچ جائے۔ [۱۰]

ایسا ہی خود امام خمینیؒ کی زندگی میں بھی تھا جیسا کہ گفتگو کے آغاز میں بیان کیا گیا جب یہ بات امام خمینیؒ کی عقلی دلیلوں سے ثابت ہے کہ ایک دنیا اس دنیا کے بعد بھی ہے اور ہونی چاہئے تو لازم ہے کہ ان کی زبانی دیکھیں کہ اس دنیا کے حالات کیا ہیں ۔ امام خمینیؒ

فرماتے ہیں کہ ہم لوگ غور کریں کہ رسول اللہ جو کہ معصوم تھے لیکن پھر بھی اپنے علم کی بناپر جس کے ذریعہ انہوں نے آخرت کی حالت کو جانا ہے ہمیشہ آخرت کا خوف رکھتے تھے جس کی وجہ سے ان کی زندگی کی راحت ختم ہوگئی تھی لیکن ہم لوگوں کی جہالت ونادانی نے ہم لوگوں کو غافل کررکھا ہے۔ شیطان نے ہم لوگوں کو دھوکہ میں رکھا ہے اور لمبی امیدوں کے ذریعہ آخرت کو فراموش کرانا چاہتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں اے عزیزو! مولا دعاء کمیل میں فرماتے ہیں کہ آخرت کا وہ عذاب کیسا عذاب ہے جس کو نہ زمین برداشت کرسکتی ہے اور نہ آسمان۔ پھر بھی تم غفلت ونسیان میں پڑے ہو۔ اے دل غافل! خواب سے بیدار ہو اور آخرت کے سفر کے لئے تیار ہو۔[۱۱]

یقیناً آج! دنیا میں جو فساد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کسی کے سامنے خود کو جواب دہ تسلیم نہیں کرتے ہیں اس لئے جس کا جو جی چاہتا ہے حق ضائع کردیتا ہے جس پر چاہتا ہے ظلم کرتا ہے اگر ہم یقین کرلیں کہ ہمیں ایک جگہ جواب دینا ہے جہاں تمام (Propaganda) کی طاقت ختم ہوجائے گی تمام قدرت ختم ہوجائے گی اور وہاں ہاتھ اور پیر گواہی دیں گے جسم کے دوسرے اعضاء گواہی دیں گے تو دنیا میں بہت سے خمینیؒ نظر آنے لگے گیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بارود کے گولے پر بیٹھی ہوئی دنیا امن کا گہوارہ ہوجائے گی۔ خدا کرے ہم لوگ اس معاد پر یقین رکھنے کے بعد مثل خمینیؒ ہوسکیں یہی ہماری سب سے بڑی خراج عقیدت ہے۔

حوالے:

۱۔ روزنامہ جمہوری اسلامی ۱۹/۱۰/۶۶

۲۔ بحار الانوار۔ ج ۸ ص ۷۱، باب الجنہ ونعیمھا۔

۳۔شرح حدیث عقل وجہل ص ۱۰۱

۴۔صحیفہ نور ج۔ ۷،ص ۱۶۸۔ ۱۶۷

۵۔صحیفہ نور ج ۴ ص، ۲۵، ۲۷۹

۶۔سورہ زلزال۔آیت ۷ ۸۱۹

۷۔صحیفہ نور ج ۲۱ ص ۶۷

۸۔صحفیہ نور ج ۲۱ ص ۶۸

۹۔صحیفہ نور ج ۲ ص ۲۲۱

۱۰۔تقریران اسفار۔

۱۱ تفسیر سورہ حمد ص ۱۰۹۔

امام خمینیؒ کی عرفانی فکر میں ابدی چہرہ

عبدالحسین مصطفیٰ موسوی

پیغمبر عظیم الشان حضرت محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ اطہار وائمہ معصومین علیہم السلام کے بعد آیت اللہ العظمیٰ روح اللہ الموسوی خمینیؒ بت شکن کا چہرہ ہی وہ ابدی چہرہ ہے جس نے سنت نبویؐ و سیرت اہل بیت اطہار پر چل کر ثابت کر دیا کہ قرآن اور عترت پر عمل کر کے انسان دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیاب ہے۔ امام خمینیؒ کی ذات مبارک کا مطالعہ کرنے سے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سمجھنے میں کافی آسانی ہوتی ہے ایک طرف پیغمبر اسلامؐ کا زھد، تقویٰ صبر، حلم، انکساری عفو، درگذر وغیر دوسری طرف اشداء علی الکفار کا رویہ سیاسی نظریہ اور جنگی صلاحیت دیکھنے کو ملتی ہے جب اسی سیرت کا مظاہرہ امام راحلؒ نے کیا کہ پیغمبرؐ اسلام کے ساتھی کفار (حربی) کے ساتھ برسر پیکار اور آپس میں نرمی کے ساتھ پیش آتے ہیں اس لئے استکبار کے خلاف برسر پیکار ہونے کی ٹھان لی مسلمانوں کو بھائی چارہ کا عملی درس اتحاد دیا اور قرآن وسنت کی روشنی میں حکومت اسلامی تشکیل پائی۔ یہ امام راحلؒ کی پیغمبر آخر الزمانؐ کے پیغامات کو خالص وشفاف اسلام کے عملی نمونہ کی مثال ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ جو علماء سلف یا دور حاضر کے علماء ربانی اس عرفانی ارتقاء کے شاہد مثال نہیں ہے۔ نہیں ایسا بالکل نہیں ہے۔ البتہ امام خمینیؒ کی مجاہدانہ وعارفانہ زندگی جس کا ثمرہ آجکل جمہوری اسلامی ایران ایک مثالی اسلامی ملک کی حیثیت سے ہمارے سامنے ہے موجود ہے جو بقول شہید آیت اللہ باقر الصدرؒ ائمہ ھدیٰ کی آرزو'' کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ ماضی وحال کے علماء ربانی کی نسبت امام خمینیؒ کی ذات مبارک کافی زیادہ پر رونق وافتخار آفرین ہے اور ان کی بصیرت

ومجاہدت مسلمان وغیر مسلمان کے لئے قابل تقلید ہے۔ جناب امیر حضرت علی ابن ابیطالبؑ بھی نہ صرف امام راحلؒ کی عارفانہ بصیرت پر نازاں ہوں گے بلکہ ان عوام پر بھی رشک کرتے ہوں گے کہ جنہوں نے امام راحلؒ کو سمجھا اور ان کی اطاعت کی۔ جناب امیرؑ کی مظلومیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ان کے زمانے کے عوام بے معرفت نکلے جو خط رہبری کو نہ سمجھ سکے اسی طرح باقی ائمہ۔ حضرت امام زین العابدین فرماتے تھے۔ "مامكه او مدينه عشران رجلا يحبنا " مکہ سے مدینہ تک ۲۰ آدمی ان کے فرمانبردار نہیں ملتے تھے اس حوالے سے امام راحلؒ کی ذات مقدس کو اس حزب الٰہی عوام سے جدا کر کے نہیں دیکھا جاسکتا ہے جس نے ان کو سمجھا اور ان کی اطاعت کی۔ امام خمینیؒ کی حیات طیبہ پر درود وسلام بھیجنا دراصل ایران کی حزب الٰہی قوم کی صلاحیت کی داد دینا ہے کہ جس نے امام راحلؒ کو سمجھنے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایران کی حزب الٰہی عوام امام خمینیؒ کے عرفانی سیر وسلوک کے برابر کے حصہ دار ہیں جسے امام راحلؒ بار بار دھراتے ہوئے فرماتے تھے" مجھے اپنا رہبر نہیں بلکہ اپنا خادم کہو" یا " کاش میں پاسدار ہوتا" وغیرہ یہ امام خمینیؒ کی عرفانی فکر کی عکاسی ہے جو حجاب اکبر کو اٹھا گئے اور اپنے ساتھ اپنے مطیع عوام کو عرفان کی چوٹیوں تک پہنچانے کے لئے معاون ومددگار بنے اور لفظ اچھائی اپنے لئے رقم کر گئے جیسے کہ رہبر معظم انقلاب حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای فرماتے ہیں "عشق بہ خمینی عشق همه خوبی ها است" اور یہی امام خمینیؒ کا ابدی چہرہ ہے جو تب تک زندہ وپایندہ رہے گا جب تک کہ قرآن وسنت زندہ وپایندہ ہے جب تک دنیا میں خوبیاں موجود ہیں تب تک امام خمینیؒ کا نام سورج اور چاند کے مانند ناقابل انکار ہے۔

آخر میں بارگاہ الٰہی میں دست بہ دعا ہوں کہ ہمیں رہبر معظم انقلاب آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی رہبری میں امام خمینیؒ کے فرسودات نصائح ووصیت پر ثابت قدم رہنے میں خلوص نیت عطا کرتے ہوئے قائم آل محمدؐ بقیۃ اللہ روحی وجہی لہ فداء کے ظہور میں تعجیل فرمائے۔

❀❀❀❀

امام خمینیؒ ایک مرد عارف

پروفیسر سیدہ بلقیس فاطمہ حسینی

سالہا می گذرد حادثہ ہا می آید
انتظار فرج ازنیمۂ خرداد کشم [1]

ا۔ تعریف عرفان:

عرفان اس آگہی اور حکمت الٰہیہ کا نام ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنے معبود کو پہچانتا ہے۔ طالبان حق وسالکان راہ طریقت کے اس مقام خاص تک پہونچنے کی کیفیت کو عرفان کہتے ہیں۔

۲۔ ضرورت عرفان:

کائنات کی ہر شئے کمال کی طرف مائل ہے خواہ شجر ہو یا حجر۔ اس کی دوقسمیں ہیں۔ تکوینی وتخصیصی۔ تکوینی سے مراد یہ ہے کہ خواہ ونا خواہ درخت بلندی کی طرف رواں دواں ہے، بچہ کا قد آج کچھ ہے اور کل کچھ۔ اس ترقی وکمال میں موجود ومخلوق کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہے۔ ہر شئے اپنی فطرت کے اعتبار سے نشوونما پارہی ہے۔ لیکن تخصیصی کمال اگر موجودات کے لئے فراہم ہوجائے تو چمن میں بکھرا ہوا پھول سر کا تاج بن جاتا ہے اور زمینوں کے سینے میں دبے ہوئے پتھر تراش وخراش کے بعد کوہ نور بنکر نظروں کو خیرہ کرتے ہیں۔ انسان تکوینی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو اس کا قد وقامت موجودات عالم میں سب سے زیادہ دیدہ زیب ہے۔ ارشاد ہورہا ہے۔ ”لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔[2] بہ اعتبار خدوخال انسان سے زیادہ حسین کوئی مخلوق نہیں۔ ارشاد ہورہا ہے۔ ”صورکم فقد احسن

صور کم" [۳] اسی طرح زبان وبیان کے اعتبار سے انسان سے زیادہ کوئی ذی روح اور خوش لب ولہجہ نہیں۔ ارشاد ہورہا ہے "الله نزل احسن الحدیث کتابا۔ [۴]" یہ وہ ساری خوبیاں ہیں جس کو وہبی یا تکوینی کہتے ہیں۔ لیکن انسانیت کو چار چاند اس وقت لگ جاتے ہیں جب انسان وہبی کمال کو کسبی کمال سے مزین کرتا ہے۔ ایک عارف کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے اندران صفات کو متجلی کرے جس کا وہ مظہر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اسی لئے جب وہ وادی عرفان وایقان میں قدم رکھتا ہے تو اس کی سعی یہی رہتی ہے کہ خود کو صفات افعال خداوند منان کا مظہر قرار دے۔

عارف اور عام انسان میں یہ فرق ہے کہ عارف غیر اللہ کو ضلالت وگمراہی تصور کرتا ہے جس کی طرف قرآن کی اس آیت میں اشارہ ہے۔ "ماذا بعد الحق الاالضلال۔" [۵] مرحوم امام خمینیؒ کے عارفانہ اشعار میں اس کی طرف جابجا اشارہ ہے۔

تو راہ جنت و فردوس را در پیش خود دیدی
جداگشتی ز راہ خود و پیوستی بہ با طلہا [۶]
جنت و فردوس دیکھی اور وہیں پر رک گئے
دوستی باطل سے کرلی حق سے منہ کو موڑکر

عرفا کے نزدیک جنت تک رسائی مقصد ومدعا نہیں کیونکہ جنت اپنی تمام نعمتوں اور آسائشوں کے باوجود بہر حال مخلوق ہے اور عارف کو مخلوق سے سروکار نہیں ہوتا بلکہ اس کو وجود مطلق کی طرف بڑھنا ہوتا ہے جہاں عوام تو عوام خواص کی نظر بھی نہیں ہوتی۔ وہ جب سیر وسلوک کی منزلیں طے کرتا ہے تو اس کی نظر، عرفانی زبان میں من الحق الی الحق ہوتی ہے۔ اور غیر عارف کی نظر من الحق الی الخلق ہوتی ہے۔ مرحوم امام خمینی نے اس کا تذکرہ اپنی شرح فصوص میں فرمایا ہے لہذا جب سجدہ کے اسرار کا تذکرہ فرماتے ہیں تو لکھتے ہیں۔

سجدہ اصحاب قلوب ومعرفت کے نزدیک غیر اللہ اور کثرت سے رشتہ توڑ کر

وحدت سے ارتباط کا نام ہے، بلکہ اس سے بھی عظیم تر مرحلہ یہ ہے کہ حالت سجدہ میں انسان صفات خداوند متعال کی کثرت سے بھی رشتہ توڑ چکا ہوگا۔ یعنی ذات محض مقصود سجدہ عارف ہوا کرتی ہے۔ اور جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو معبود وعابد کے درمیان وحدت صفات پیدا ہوجاتی ہے۔ اس جگہ پہونچ کر سمت واشارہ بھی ختم ہوجاتے ہیں۔ ۷

اس مرتبہ تک پہنچے کے لئے ارباب فکر ونظر کے درمیان بھی مراتب ہیں جس کا تذکرہ فقیہ راحل نے فرمایا ہے۔

۱۔ مقام ادراک

۲۔ مقام ایمان

۳۔ مقام شہود

۴۔ مقام وحدت محض

☆ ۔مقام ادراک : یہ وہ مرتبہ ہے جس کو طے کرنے کے لئے علم وفکر وبرہان کا سہارا لیا جاتا ہے۔ علماء وحکماء اس مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں۔

☆ ۔ مقام ایمان: اس مرتبہ کا کمال ، اطمینا ن سے حاصل ہوتا ہے۔ اس مرتبہ پر صاحبان یقین اور مومنین پہنچتے ہیں۔

☆ ۔مقام شہود: اس منزل پر صاحبان قلب پہنچتے ہیں ، جو اپنے باطن کی نورانیت سے وجود مطلق میں فنا ہوجاتے ہیں اور توحید کامل ان کے دلوں پر وحدت کی شعاعیں ڈالتی رہتی ہے۔

☆ مقام وحدت محض: یہ مقام اولیاء کاملین اور صاحبان تحقیق کا حق ہے۔ اس مرتبہ پر سرکار رسول اکرمؐ فائز ہیں ۸ اس مرتبہ پر پہنچنے والے کے لئے ارشا د الٰہی ہے۔ ان اولیائی تحت قبایی لایعرفهم غیری۔ ۹

عارف کا زاویۂ فکر

عارف اگرچہ انسانوں کے درمیان سوتا جاگتا ہے لیکن اس کا ہر عمل اوروں سے

مشابہت کے باوجود معنویت کے اعتبار سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ وہ اپنے عمل کو صرف فقہی حیثیت سے نہیں دیکھتا جیسا کہ دوسرے تصور کرتے ہیں ۔ ایک نماز ہی کو لیجئے جو مومن کے لئے فقط عبادت اور روز قیامت میں اجر وثواب کا مرتبہ رکھتی ہے، لیکن یہ نماز عارف کے نزدیک وہ شکل وصورت نہیں رکھتی جو عوامی ہوتی ہے، اس ضمن میں امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔

''نماز کی ظاہری صورت : دنیا آب وگل کے مکروہات سے نمازی کو بچاتی ہے۔ نماز کی ملکوتی صورت : برزخ کے مکروہات اور اس کی زحمتوں سے نجات دیتی ہے۔ نماز کی عقلی صورت : ذہن کو تصور گناہ سے بچاتی ہے۔

نماز کی معنوی صورت : ''اولیاء اللہ کی نمازوں میں نظر آتی ہے۔''

سالک کا زاویہ نگاہ :

پہلا مرحلہ سالک نفس کی پیش قدمی سے آزاد ہوتا ہے ۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ دائیں بائیں یعنی یمین ویسار سے غافل ہوتا ہے۔ امام خمینیؒ نے نماز کے اوقات کو'' میقات حضور رب'' و'' میعاد جناب ربوبیت'' کہا ہے ان اہل سلوک کے لئے بزم انس ومحفل قدس بارگاہ ایزدی میں ملاقات کی سعادت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور جان ودل سے اس کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہے کہ اس نے اپنی بزم میں داخلے اور مناجات کی اجازت دی۔ دھیرے دھیرے یہ عمل واحساس روح وقلب کو ایسی سعادت سے سرفراز کرے گا کہ ایک روز اس کے قلب پر کشف جلال وجمال احدیت کے نمونہ ظاہر ہوں گے لیکن بعد میں سلوک الی اللہ کا راستہ کھل جائے گا'' [۱۰]

اولیاء اللہ کے لئے قبلہ کی طرف توجہ سرّ وحدت کے ظہور کا ذریعہ ہے۔ بس عارف کے لئے یہ تمام موجودات سامان شہود ہیں۔ اور کسی آئینہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ بقول امیر الاولیاء حضرت علیؑ'' وما رایت شیئاً الا ورایت اللہ فیہ وقبلہ وبعدہ''

اسی طرح ایک عام امام جمعہ اور ایک عارف امام جمعہ میں فرق ہے کہ امام کی

حیثیت فالمومن وحده جماعة جیسی ہے۔ اگر وہ اپنی نماز کی حفاظت کرے اور اسے تمام ادائیگی نماز میں روحانیت رسول یا ولایت امیر الاولیاء یا امام کے سپرد کر دے اور ان کی زبان سے ثناء حق کرے تو وہ ملائکہ اور جنود الٰہیہ کا امام ہوگا اور خود کو رسالت وولایت کے سامنے ماموم پائیگا اور کہتے ہیں کہ اس راہ سلوک کے طے کرنے میں ان کی پیروی کرے جو خضر طریقت اور صراط مستقیم ہے یعنی امیر المومنین حضرت علیؑ ''[11]

اسی طرح قرأت نماز کے سلسلہ میں انہوں نے قرأت کے پانچ خواص بیان کیئے ہیں۔

۱۔قرأت عامہ: ظاہری صحت جیسے تجوید

۲۔قرأت خاصہ: کلام الٰہی کے لطیف پہلوؤں اور حقیقتوں کو دلائل ومعرفت کے ذریعہ سے سمجھنا۔

۳۔قرأت اصحاب معرفت: یہ کیفیت علم ومعرفت کے بعد مشاہدات پر مبنی ہے۔

۴۔قرأت اصحاب قلوب: حقائق قرآن کے بعض مراتب کو سمجھنے کے بعد یہ قرأت قلبی کیفیات کی ترجمان ہوتی ہے۔

۵۔قرأت اصحاب ولایت: عام انسانوں کے بس کی بات نہیں اسکے مختلف مرحلہ ہیں جہاں صرف ولی پہونچتا ہے۔ پہلا مرحلہ اسکے قلب پر تجلی فعلیہ کا ہے۔ دوسرا مرحلہ تجلی اسمائیہ اور تیسرا مرحلہ تجلی ذاتیہ ہے۔ ایسی حالت میں نمازی کی یہ وہ منزل ہوتی ہے جب حمد وثناء حق سے ہوتی ہے۔'' والله یصیر لسان العبد '' اور'' والعبد یصیر لسان الله '' یعنی خدا بندہ کی زبان ہوتا ہے اور بندہ خدا کی زبان۔ امیر مومنان نے فرمایا'' انا عین الله ولسانه الصادق ویده '' میں اس کی آنکھ ہوں اس کی سچی زبان اور اس کا ہاتھ۔

امام خمینیؒ ایک ایسی ذات کا نام ہے جس نے نہ صرف ایک سیاسی انقلاب برپا کیا بلکہ یہ ان کا عرفان تھا جس نے قوم وملت کے درمیان ایک عرفانی کیفیت پیدا کی اور عشق

وشوق کے اس مقام پر پہونچایا کہ اصلاً ایک منصوری کیفیت اس عہد کے جوانوں اور نو جوانوں میں نظر آتی ہے۔ ایران کا انقلاب بہ یک وقت ثقافتی سماجی سیاسی اور مذہبی انقلاب تھا اور یہ اس عارف حقیقی کی انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا جس میں نہ صلہ کی تمنا، نہ شہرت کی آرزو، صرف وصرف خدمت خلق اور یادالٰہی تھی۔ امام خمینیؒ صاحب فکروتدبر تھے انہوں نے فقہی اسلامی وعرفانی مسائل پر کتابیں لکھی ہیں۔ موصوف شاعر بھی تھے مختلف مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اور ان کے عارفانہ کلام پر شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ عصر حاضر میں عام شاعر اور عارف کی عشقیہ شاعری میں زمین وآسمان کا فرق ہے عام شاعری کا معشوق مجازی ہوتا ہے لیکن عارف جب اپنے اشعار میں معشوق کو مخاطب کرتا ہے تو اس کے خطاب کی دنیا عوامی شاعر سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ زلف سے ہمارا شاعر کبھی گھٹا مراد لیتا ہے تو کبھی اسے ناگن سے تعبیر کرتا ہے لیکن عارف کی نگاہ زلف سے مراد علامت ظلمات وحجاب ہے۔

تا شد بہ زلفِ یار سر شانہ آشنا
مسجود قدسیاں ہمگی شانۂ من است ۱۲؎

اس جگہ زلف سے مراد وہ اسرار الٰہی جس کو طے کرنے میں سالک الی اللہ کو لو ہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں۔

امام خمینیؒ کے اشعار ان کی اس عرفانی فکر کے آئینہ دار ہیں۔

چشم خراب دوست، خرابم نمودہ است
آبادی دوکون بہ قربان این خراب ۱۳؎
چشم خراب دوست نے مجھ کو کیا تباہ
دونوں جہاں کی ملتیں اس پر نثار ہوں

ایک غزل میں اپنی مہجوری اور شوق دیدار اور دنیاوی نظام پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ازدرس وبحث مدرسہ ام حاصلی نشد
کی می توان رسید بہ دریا ازین سراب [14]
یہ مدرسے یہ درس یہ بحثیں سراب ہیں
سامان تشنگی ہیں یہ ، دریا ہے لاپتہ
ہر چہ فراگرفتم و ہرچہ ورق زدم
چیزی نبود غیر حجابی پس از حجاب [15]
تحصیل علم اور ورق میں کتاب کے
کچھ بھی نہ پاسکا میں علاوہ حجاب کے

امام خمینیؒ کے لئے عشق نما ہے ان کے نزدیک صوفیاء کے خرقہ اتار دینے اور معبد کے بت توڑ دینے کے لائق ہیں۔ اس تک پہنچنے کا راستہ یہ مادی سامان نہیں بلکہ صرف عشق ہے جو اس کی رہنمائی کرسکتا ہے:

برکن این خرقۂ آلودہ و این بت بشکن
بہ درعشق فرود آی کہ آن قبلہ نما است [16]
تن سے اتار خرقۂ آلودہ بت کو پھینک
آباد گاہ عشق میں قبلۂ نما ہے یہ
درد می جویند این وارستگان مکتب عشق [17]
آنکہ درمان خواہد از اصحاب این مکتب غریب است
اس عشق کے مکتب میں بس درد ہی لذت ہے
منت کش درمانی غیروں کے مکاتب ہیں

ایک شعر میں درویش کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ درویش کو نہ خانقاہ سے مطلب ہونا چاہئے نہ خرقہ کی طلب ، نہ رندوں سے شکایت ، نہ کلاہ درویشی کی ضرورت ،

بلکہ درویش تو وہ ہے جسے اپنے سر و جان کی بھی فکر نہ ہو:

خرقہ و خانقاہ از مذہب رندان دوراست
آنکہ دوری کنند از این واز آن درویش است

خرقہ و خانقہ ہے مذہب رنداں سے پرے[۱۸]
دور دنیا کی ہر اک شئ سے ہے جان درویش

امام خمینیؒ عرفان کے اس بلند مقام پر ہیں جہاں منصور کی صدای انا الحق میں فنا کے بجائے خود بینی اور ''انا'' کی بازگشت سنتے ہیں۔

زین مدعیان کہ فاش انا الحق گویند
باخود بینی فنا ندیدم ہرگز[۱۹]

کریں برملا جو انا الحق کے دعوے
خدا ہے کہاں وہ خودی میں فنا ہیں

ان کی رباعیاں فنا اور ''حذر'' ایک مثالی تارک الدنیا' عارف حقیقی کے دل کی آواز ہیں ''حذر'' میں وہ اپنی عزیز دختر فاطمی سے مخاطب ہیں۔عموماً پیری میں انسان کے پاس یادوں کے علاوہ کچھ اور سہار انہیں ہوتا ایسے میں یہ یادیں کتنی شیریں ہوتی ہیں لیکن امام خمینیؒ کے لئے یہی یادیں عرفان کے راستہ کا دیو ہیں۔

فاطی بہ سوی دوست سفر باید کرد
از خویشتن خویش گذر باید کرد
ہر معرفتی کہ بوی ہستی تو داد
دیوی است بہ رہ ، از آن حذر باید کرد[۲۰]

فاطی بہ سوی دوست سفر کرنا چاہئے
اپنی خودی سے بچ کے گذرکرنا چاہئے

جس معرفت میں یاد ہو تیرے وجود کی
ہے راستہ کا دیو حذر کرنا چاہئے

صوفیوں کے بارے میں وہ اچھی رائے نہیں رکھتے ،

صوفی بہ رہ عشق صفا باید کرد
عہدی کہ نمودہ ای وفا باید کرد ۲۱
تا خویشتنی ، بہ وصل جاناں نرسی
خود رابہ رہ دوست فنا باید کرد

صوفی ! ہے راہ عشق صفا تجھ کو چاہئے
وعدہ کیا ہے گر وفا تجھ کو چاہئے
ممکن نہیں ہے وصل اگر تجھ میں 'تو' رہا
کوچے میں ہوجا اس کے فنا تجھ کو چاہئے

ایک اور مقام پر اسی خیال کو باندھا ہے:

از صوفی ہا صفا ندیدم ہرگز
زین طایفہ وفا ندیدم ہرگز ۲۲
زین مدعیان کہ فاش اناالحق گویند
باخود بنی فنا ندیدم ہرگز

صوفیوں میں صفا نہیں دیکھی
ان میں بوی وفا نہیں دیکھی
ان کے دعوے ہیں بس انا الحق کے
ان میں ہم نے فنا نہیں دیکھی

نامناسب نہ ہوگا اگران چند اصطلاحوں کا بھی ذکر کیا جائے جن سے امام خمینیؒ کی

عرفانی شاعری کی بلندی اور وسعت فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام خمینیؒ کے اشعار میں افق، افق مبین اور افق اعلیٰ سے مراد مقام قلب اور مقام روح کی انتہائی منزل ہے۔" اکسیر اعظم سے مراد انسان کامل ہے۔'امام' مقام خلافت الٰہیہ اورالا ' سے ذات حق کی احدیت مراد ہے۔'جنت' تجلیات الٰہی ہے۔'چلیپا' مظہر جلال الٰہی،'معشوق' ذات حق تعالیٰ' درمیکدہ باب اجابت اور نور اللہ نورالسّمٰوت ہے۔ امام خمینیؒ کے عارف حقیقی ہونے میں کلام نہیں۔ عارف اس منزل و مقام پر ہوتا ہے کہ ماضی و حال و مستقبل اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتے اور اس کی نگاہوں سے حجابات اٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی موت سے بھی واقف ہوسکتا ہے جیسا کہ خود موصوف کا یہ شعر گواہ ہے آپ نے اپنی حیات میں اپنی تاریخ وفات ۱۵ خرداد کا ذکر کیا ہے۔

سالہا می گذرد حادثہ ہا می آید
انتظار فرج از نیمۂ خرداد کشم

مدت سے ہوں حوادث دوراں کا میں شکار
یہ انتظار نیمۂ خرداد کب تلک

بیجا نہ ہوگا اگر مقالہ کا اختتام مرحوم کے اس شعر پر کیا جائے جس میں جمال الٰہی اور مشاہد حق کے علاوہ کچھ اور نہیں:

ہر دم از روی تو نقشی زند راہ خیال ۲۳
باکہ گویم کہ درین پردہ چہا می بینم
کس ندیدست زمشک ختن ونافۂ چین
آنچہ من ہر سحر از بادصبا می بینم
جدھر دیکھو جمال یار کی ہے جلوہ آرائی
ہر اک جلوہ نیا ہم کو بنادیتا ہے سودائی

نہیں مشک ختن او رنافہ چین میں وہ تاثیر یں
کہ جو بادصبا سے روح کو ملتی ہے رعنائی ۲۴

☆☆☆

حوالے:

۱۔ دیوان امام خمینیؒ

۲۔ قرآن مجید سورہ ۹۵ آیت ۴

۳۔ ایضاً سورہ ۴۰ آیت ۶۴

۴۔ ایضاً سورہ ۳۹ آیت ۲۳

۵۔ سورہ یونس ۲۳۔ مقدمہ سر الصلوات صفحہ سیزدہ ۱۳

۶۔ دیوان امام صفحہ ۴۶

۷۔ سر الصلوات س ۱۰۱

۸۔ ایضاً ص ۲۔۱۰۱

۹۔ ایضاً ص ۱۰۹

۱۰۔ ایضاً ص ۶۴۔۶۵

۱۱۔ ایضاً ص ۶۹

۱۲۔ دیوان امام خمینیؒ ص ۵۸

۱۳۔ دیوان امام خمینیؒ

۱۴۔ ایضاً ص ۴۷

۱۵۔ ایضاً ص ۴۸

۱۶۔ ایضاً ص ۴۹

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ایضاً

۱۹۔ایضاً ص ۱۰۲

۲۰۔ایضاً ۲۰۳

۲۱۔ایضاً ص ۲۰۳

۲۲۔ایضاً ص ۲۱۷

۲۳۔ایضاً ص ۲۱۷

۲۴۔مقالہ میں نقل کئے گئے اشعار کا منظوم ترجمہ خود مقالہ نگار کی شعری کاوش کا نتیجہ ہے۔

منابع:
امام خمینیؒ سر الصلوۃ

دیوان فارسی

کشف الاسرار

پرواز بہ سوی ملکوت

❁❁❁❁

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے

افکار میں خداشناسی

ڈاکٹر سیدہ خورشید فاطمہ حسینی

حضرت آیت اللہ امام خمینی رضوان اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کی زندگی کے جس پہلو پر نظر ڈالی جائے اس کے رموز ونکات عیاں ہوجاتے ہیں۔ آپ معرفت الٰہیہ میں اس طرح جذب ہوگئے کہ سراپا عشق بن گئے۔ تصوف میں چار منازل ہیں اور ان منزلوں کو طے کرنے سے کوئی شخص صوفی، درویش، عارف یا قلندر بن سکتا ہے۔ جن میں پہلی منزل شریعت، دوسری طریقت، تیسری حقیقت اور چوتھی معرفت الٰہیہ کی منزل ہے۔ لہٰذا ایک سچے عارف کی پہچان یہ ہے کہ اس کی ذات میں چار صفتیں بخوبی نظر آتی ہوں یعنی پابند شریعت ہو، پیغمبرؐ کے طریق پر صدق دل سے عمل کرتا ہو، حقیقت کا جاننے والا ہو یعنی خدا کی ربوبیت والوہیت کا نہ صرف قائل ہو بلکہ ذات باری تعالیٰ ہر وقت اس کے پیش نظر ہو اور ہمہ وقت عین الحقیقت پر یقین رکھتا ہو۔ علامہ اقبال کے لفظوں میں :

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تیری جبین نیاز میں

اور آخر میں منزل معرفت پر فایز ہو اور اگر انسان اس مقام پر پہونچ جاتا ہے تو وہ مقام معراج پالیتا ہے اور خدا کا مقرب بندہ بن جاتا ہے۔ پھر وہ جو چاہتا ہے حاصل کرتا ہے کیونکہ خدا وعدہ کرتا ہے کہ جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ذکر کو بلند کرتا ہوں۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک سچا عارف وہ ہے کہ "اللہ کی عظمت کا احساس اس کی نظروں میں کائنات کو حقیر وپست کردے" سید علی ھجویری کے لفظوں میں عارف یادرویش

وہ ہے جو اپنی ذات کو فنا کر کے خدا کی ذات پر بقا حاصل کرتا ہے۔ شبلی بیان کرتے ہیں کہ عارف یا درویش وہ ہے جو دونوں جہاں میں خدائے وحدہ لاشریک کے سوا کسی جانب نہ دیکھے۔ عارف علم کے تمام رموز ونکات سے واقف ہوا کرتا ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے عارف کی خوبیوں کو اپنی کتاب دلیل العارفین میں بیان کیا ہے۔

۱۔ عارف علم کے تمام رموز ونکات اسرار الٰہیہ سے واقف رہتا ہے۔

۲۔ وہ انوار الٰہیہ کے حقایق کو آشکار کرتا ہے

عرفان میں ایک ایسی حالت پیدا ہوتی ہے کہ عارف ایک قدم بڑھا کر عرش سے حجاب عظمت اور حجاب عظمت سے حجاب اکبر تک پہونچ جاتا ہے اور دوسرے قدم میں واپس آجاتا ہے یہ تو ایک عارف کا کمترین درجہ ہے ایک عارف کامل کہاں تک پہونچ سکتا ہے وہ خدا بہتر جانتا ہے۔

امام خمینیؒ کی ذات بابرکات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ایک سچے عاشق اور حقیقی عارف میں جتنی خصوصیات ممکن ہیں ان کی ذات میں سب یکجا نظر آتی ہیں۔

ایک خدا کا تصور

امام خمینیؒ کو اس خدا پر یقین وبھروسہ تھا جسے اپنے ارادہ کن فیکون سے وحدت کو کثرت میں بدلا ہے وہ ذات والا صفات ہے جو وحدہ لاشریک ہے، حیات قہار ہے، جس میں تغیر نہیں، تکثر نہیں، زمان نہیں، مکان نہیں، اجزا نہیں، ترکیب نہیں، تحلیل نہیں۔ ایسا حق جس میں امکان کے نقائص کا گذر نہیں۔ وہ حق جس نے قلزم لا سے گوہر مکان پیدا کیا اور خود لامکان رہا۔

صراط مستقیم

جو لوگ معاد پر یقین رکھتے ہیں انہیں پلٹنے کے لیے کسی راستہ پر چلنا ہوگا اور جس

راستے پر وہ چلتے ہیں اس راستہ کا نام ہے صراط مستقیم انسان خدا سے دن میں پانچ مرتبہ دعا کرتا ہے اھدنا الصراط المستقیم بارالٰہا ! مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔ یہ دعا صبح رسالت سے ہر مرشد نے کی ہر صوفی نے کی ہر مومن نے کی اور کرتے رہیں گے۔صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر دشمن بیٹھا ہے قرآن نے تقریبا ۱۰۲ بار شیطان کا ذکر کیا ہے۔ اتنا ذکر نہ قرآن میں آدمؑ کا ہے نہ نوحؑ کا اور نہ ابراہیمؑ کا۔ خطرہ جس قدر زیادہ ہوتا ہے یاددہانی اتنی زیادہ ہوتی ہے۔ کل ابلیس جب بارگاہ الٰہی سے نکالا گیا تو اس نے خدا سے گستاخی کرتے ہوئے کہا لاقعدن لھم صراط المستقیم انسانوں کو بہکاؤں گا گردوپیش سے بہکاؤں گا۔ سامنے سے پیچھے سے۔ یہی پہچان ہے جہاں جہاں شیطان دکھائی دے وہاں وہاں سیدھا راستہ ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ وقت قلوب الملائکہ علی البشر ۔ ملائکہ کے دل انسانوں کی بیکسی و بے بسی پر روئے۔ خطاب الٰہی ہوا تم کیوں رو رہے ہو؟ جواب دیا انسان کس قدر مجبور ہے کہ اس کو ہر طرف سے شیطان گھیرے ہوئے ہے۔ ارشاد وقدرت ہوا دوسمتوں کو ہم نے اپنے اختیار میں رکھا ہے فوق اور تحت ۔ایک سمت اوپر کی ہے اور ایک نیچے کی ہے کوئی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لے اور سر سجدہ میں رکھ دے تو خدا اسے شیطان سے بچالے گا۔ جہاں سجدہ ہوگا اور جہاں دعا ومناجات ہوگی۔ وہاں شیطان کا غلبہ ممکن نہیں ہے۔وہاں سیدھا راستہ ہے امام خمینیؒ نے سورہ اعراف ۱۷ کی روشنی میں اپنی پوری زندگی کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی اپنے تمام بیانات خطابات ، وصیتوں اور کتابوں میں جس چیز پر زور دیا ہے وہ کردار سازی ہے اور وہ بھی قرآنی تعلیمات کے تحت۔

راہ مستقیم:

اھدنا الصراط المستقیم

ہر مقام پر وہ صراط مستقیم کی تعلیم دیتے ہیں۔

امام رضوان اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ راہ جس کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar No.2
KARACHI
PH. 7211795

تمام امور میں راہ اعتدال ، اتحاد، اور راہ استقامت ہے۔

وان هذ صراطى مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله (سوره انعام ۱۵۳)

اور یہ قرآن راہ ہدایت مستقیم ہے۔ پس اس کی پیروی کرو اور دوسری راہوں کے پیچھے نہ جاو ورنہ انتشار اور پھوٹ کا شکار ہوجاؤ گے۔ صراط مستقیم وہ پل ہے جس کے ایک طرف طبیعت ایک طرف بہشت اور اس کا آخری مرتبہ لقاء اللہ (اللہ کی ملاقات) ہے وہ مقام جہاں انسان کے سوا کوئی نہیں جاسکتا۔ صراط مستقیم ایک ایسا راستہ ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تاریک ہے اور نور ہدایت چاہتا ہے ۔ اھد نا الصراط المستقیم (خداوندا! ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت فرما)

تفسیر امام سورہ اقراء ص ۱۵۰و۱۵ آئین سعادت ص ۱۴۳ ترجمہ عبد الکریم شیرازی

ایک جگہ پر اپنے فرزند کو اسی صراط کی طرف متوجہ کراتے ہیں۔

تمام تعریفیں خداوند عالم ہی کے لئے ہیں۔ جس کے سوا نہ کوئی رحمٰن ہے نہ کوئی رحیم اور نہ اس کے سوا کسی کی عبادت کی جاسکتی ہے نہ اس کے علاوہ کسی سے استعانت کی جاسکتی ہے نہ اس کے سوا کسی کی حمد بجالائی جاسکتی ہے اور نہ اس کے سوا کوئی رب یا مربی کائنات ہے۔ وہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے اور وہی ہادی ومرشد حقیقی ہے۔ اس کی ذات والا صفات سرچشمہ معرفت ہے۔ وہ اول بھی ہے اور آخر بھی ظاہر بھی اور باطن بھی۔

اے مرے لخت جگر؟

وہی وہ ذات ہے کہ ازل سے اب تک کے تمام معاملات کی زمام کار اس کے دست قدرت میں ہے وہی یکتا ہے وہی یگانہ اور بے نیاز ہے۔

اے مرے لخت جگر!

اپنے جیسی تہی دست معمولی اور حقیر مخلوقات سے نہ تو خوف رکھنا اور نہ انھیں امید

بھری نظر سے دیکھنا کیونکہ خدا کے علاوہ کسی سے حقیقی امید رکھنا ایک گونہ شرک اور اس کے علاوہ کسی سے ڈرنا ہے شیوہ کفر ہے۔

عرفان وآگہی حاصل کرنے اور اس کے مطابق زندگی گذارنے کا بہترین زمانہ عنفوان شباب سے ڈھلتی عمر تک ہے۔ کیونکہ عالم پیری میں انسان کے قویٰ مضمحل ہوجاتے ہیں چنانچہ انسان اپنے ایام شباب میں جن فکری ہواؤں اور ذہنی فضاؤں سے گزرتا ہے بڑھاپے میں اس کا انھیں کے اثرات اور انعکاسات سے واسطہ پڑتا ہے خواجہ عبد اللہ انصاری انسان کو مخاطب کرکے کہتے ہیں۔ در طفلی بازی در جوانی مستی در پیری سستی پس خدا را کی پرستی۔

تمام انسان جس رنگ ونسل سے ہوں جس سرزمین سے ہوں سب کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ایک ہے اس کے سامنے سب ایک ہیں کسی کو ایک دوسرے پر تقویٰ اور پارسائی کے علاوہ فضیلت حاصل نہیں ۔ امام خمینیؒ ص ۱۳۹ آئین سعادت خدائے تعالیٰ ہمیں امام خمینی رحمۃ اللہ کے افکار کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقول

خدا ہمیں سیرت رسولؐ پر چلنے کی توفیق عطا کرے تاکہ ہم امام خمینیؒ کے مشن کو باقی رکھیں۔

بر در میکدہ و بتکدہ و مسجد و دیر
سجدہ آرم کہ توشاید نظری بنمائی

امام خمینیؒ کا عشق وعرفان

ایک تجزیہ

خانم شہناز پروین

امام خمینیؒ ۲۰ ر جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ ق ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۰۱ء کو ایران کے شہر خمین میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد آیت اللہ سید مصطفےٰ موسوی جلیل القدر عالم دین مرحوم سید احمد موسوی کے صاحبزادے تھے۔ امام خمینیؒ پانچ ماہ کی عمر میں باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہوگئے اور ان کی شہادت کے بعد امام خمینیؒ نے اپنی مہربان ماں اپنی شفیق پھوپھی اور اپنے بڑے بھائی آیت اللہ مرتضیٰ کی سرپرستی میں پرورش پائی۔

امام خمینیؒ کا بچپن اور نوجوانی کا دور خمین میں گذرا، انھوں نے ابتدائی تعلیم وہیں رہ کر مقامی علماء وفضلاء سے حاصل کی۔ ۱۹ برس کی عمر میں وہ مزید تحصیل علم کیلئے عراق تشریف لے گئے، اس زمانے میں عراق کا شمار ایران کے بڑے دینی وعلمی مراکز میں ہوتا تھا۔ عراق کا حوزہ علمیہ آیت اللہ العظمیٰ مرحوم حاج شیخ عبد الکریم حائری یزدی کی سرپرستی میں بہت بڑی دینی درسگاہ تھی۔ آیت اللہ حائری نجف اشرف کے حوزہ علمیہ کے فارغ التحصیل اور مجتہد تھے۔ انھیں عراق کے علماء وفضلاء نے عراق کے حوزہ علمیہ کی سرپرستی کے لئے خصوصی طور پر بلایا تھا۔ ۱۳۴۰ میں آیت اللہ حائریؒ مذہبی شہر قم کے سرکردہ علماء کی درخواست پر عراق سے قم چلے گئے۔ وہاں وہ اسلامی علوم ومعارف کی تحصیل وتزکیۂ باطن میں مشغول ہوگئے۔ انھوں نے آیت اللہ حائری اور آیت اللہ شاہ آبادیؒ جیسے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ وہ اپنے علمی ذوق وشوق، غیر معمولی استعداد، لیاقت اور پسندیدہ انسانی واسلامی اخلاق وفضائل کی بدولت بہت جلد مختلف

اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر کے اجتہاد کے بلند درجہ پر فائز ہو گئے۔

مرحوم آیت اللہ حائری کی وفات کے بعد امام خمینیؒ کا درس فلسفہ قم کی عظیم دینی درسگاہ کا سب سے بڑا تدریسی حلقہ ہوا کرتا تھا۔ پانچ سو سے زیادہ نوجوان طالب علم پورے ذوق وشوق سے امام کے حلقۂ درس میں کسب فیض کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے وہ شمع علم وفضل کے گرد پروانہ وار حلقہ باندھے علم ودانش کے اس بحر بیکراں سے استفادہ کیا کرتے تھے۔

حوزہ علمیۂ قم جس کی بنیاد مرحوم آیت اللہ حاج شیخ عبد الکریم حائری یزدی نے آہنی عزم اور بلند ہمتی سے رکھی تھی بہت کم مدت میں نوجوان اور قابل علماء کا بابرکت مرکز بن گیا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایران کے سیاسی حالات بدل گئے۔ رضا شاہ نے دینی اور اسلامی امور اور خصوصاً حوزہ علمیہ قم سے متعلق اپنی دشمنی کا کھلم کھلا اعلان کردیا۔ ان نازک اور خطرناک حالات میں امام خمینیؒ جو اس عظیم اسلامی درسگاہ کے نمایاں ترین عالم دین تھے مجاہدانہ انداز میں ڈٹ گئے رضا خاں کے خلاف نعرہ مردانہ بلند کر کے رضا خاں کے خوف سے چھائے ہوئے سکوت کو توڑ ڈالا۔

امام خمینیؒ ۱۴ سال جلا وطن رہے۔ جلا وطنی کے بعد ایران واپس آئے آخر کار ۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء کو انقلاب اسلامی ایران نے عظیم الشان کامیابی حاصل کی۔ امام خمینیؒ گیارہ سال تک اسلامی جمہوریہ ایران میں مہر درخشاں بن کر چمکتے رہے اور ان کے وجود مسعود سے قوم کو زندگی کی حرارت ملتی رہی۔

امام خمینیؒ قدس سرہ نے مختلف اسلامی موضوعات پر بے شمار کتابیں تالیف کیں۔ انھوں نے اپنے غیر معمولی افکار عالیہ کی بدولت تمام اسلامی علوم اور ان کے مختلف شعبوں سے متعلق گرانقدر کتابیں جیسے فلسفہ، کلام، منطق، عقاید، فقہ، اصول فقہ، اخلاق، آداب، علم الاجتماع، اسلام میں حکومت کا تصور، قانون، اقتصادی اور سیاسی مباحث وغیرہ تحریر کی ہیں۔

۱۹۷۹ء میں وقوع پذیر ہونے والے انقلاب کے بارے میں امام خمینیؒ جو عرفانی نکتہ

نظر رکھتے تھے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ امام خمینیؒ کے مکتوبات اور بیانات میں بکثرت ایسے شواہد موجود ہیں جن کے مطابق اسلامی انقلاب کو زمینی عوامل اور مشیت الٰہی پر مشتمل ایک واقعہ کے طور پر دکھایا گیا ہے۔

امام خمینیؒ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ وہ مجسم طور پر عرفانی افکار کے پرتو تھے اور وہ ہمیشہ عرفانی افکار پر کاربند رہے۔ امام خمینیؒ ان معدودے چند عارفین میں سے ایک ہیں جن کا سیاسی عرفان شریعت سے جنم لیتا ہے اور غیبت کی طرف آگے بڑھتا ہے۔ امام خمینیؒ کے افعال وکردار کی عرفانی بنیادیں تیزی سے دینی اور شرعی قالب میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ وہ کبھی بھی ذکر الٰہی اور خدا کی یاد سے غافل نہیں رہے یہی وجہ ہے کہ ان کا شعری کلام عرفانیت سے خالی نہیں ہے۔

''دولت عرفان'' عنوان کے تحت امام امت آیت اللہ العظمیٰ خمینی طاب ثراہ کی کتاب ''چہل حدیث'' کا کچھ حصہ آپ کی خدمت میں عرض کرتی ہوں۔

شرح حدیث:- کسی فوج کے ایک حصہ کو سرّیہ کہتے ہیں کہا جاتا ہے۔ کہ بہترین سرّیہ وہ ہے جو چار سو افراد پر مشتمل ہو۔ حدیث کے متن سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ انسان ایک ایسا عجوبہ ہے جس کی ایک زندگی میں دو زندگیاں اور جس کے وجود میں دو کائنات ہیں۔ ایک تو وجود ظاہری، جو دنیوی اور طبعی لمحات کے ساتھ اس کی جسمانی زندگی ہے۔ دوسرا وجود باطنی جو غیبی اور ملکوتی ہے یعنی اس کا روحانی وجود۔ اس کے کئی درجات ہیں جن کو عام طور پر کبھی سات درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور کبھی چار میں، کبھی تین میں اور کبھی صرف دو درجوں میں۔ ہر درجہ میں اس کی مناسبت سے لشکر متعین کیئے گئے ہیں وہ لشکر جو اس کی روحانی اور عقلی صلاحیتوں کے رہنما ہیں اور اس کو عالم بالا کی طرف کھینچتے ہیں اور اس کو نیکی وسعادت کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کے مقابل دوسری قوتیں ہیں جو جہل اور شیطانی قوتوں کی نمائندہ ہیں۔ سفلی جذبات کو بھڑکاتی ہیں اور شقاوت (اخلاقی رذائل) کی طرف کھینچتی ہیں۔ ہر وقت ان دونوں

قوتوں میں کشمکش اور جنگ وجدال کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب رحمانی قوتوں کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان صاحب سعادت و رحمت سمجھا جاتا ہے۔ فرشتوں کا رتبہ پاتا ہے اور اولیاء اور بندگان صالحین کے زمرے میں شامل ہوتا ہے۔ اگر جہل اور شیطانی قوتوں کا غلبہ ہو تو انسان ایک ظالم اور شقی فرد کہلاتا ہے۔ وہ کافروں اور شیطانوں کا ہم قبیلہ ہوتا ہے اور خدا کے حضور سے دھتکارے ہوئے ملامت زدوں کے زمرے میں شامل ہوجاتا ہے۔

پہلا قدم: تامل اور غور وفکر:

یعنی خدا کی جانب حرکت کرنا اور اپنے بارے میں غور وفکر کرنا مجاہدۂ نفس کی پہلی منزل ہے۔ بعض علمائے اخلاقیات نے اسی عمل کو پانچویں درجے میں رکھا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے روز وشب میں سے کم از کم تھوڑا سا وقت نکال کر سوچیں کہ ہم پر پیدا کرنے والے خداوند متعال کے لئے جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہم کو ہر طرح کی دنیاوی نعمتوں اور راحتوں سے مالا مال کیا جو انسان کے لئے نفع بخش ہیں اور جن کی کارگزاریاں بڑے بڑوں کی عقل کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں باوجود اتنی ساری نعمتوں سے نوازنے کے اس نے ہماری ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیجا ہماری رہنمائی کے لئے کتابیں نازل کیں اور ہم کو اپنی طرف دعوت دی۔ ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ اس پروردگار کے لئے ہم کیا کرسکتے ہیں۔ کیا یہ سب چیزیں صرف اس مقصد کے لئے عطا کی گئی ہیں کہ ہم اپنے حیوانی وجود کو اور اس کی خواہشات ہی کی تشفی کریں جن میں ہمارے ساتھ دوسرے حیوانات بھی شریک ہیں؟ یا ہماری زندگی کا کوئی اور مقصد بھی ہے؟ کیا انبیائے کرام، اولیائے عظام اور حکمائے عالی مقام نے، ہر قوم وملک کے افراد کو عقل وشرع کے اصولوں پر چلنے کی دعوت نہیں دی؟ کیا انھوں نے انسانوں کو ہوس پرستوں سے دور رہنے اور اس دنیائے فانی سے پرہیز کرنے کا سبق نہیں سکھایا؟ کیا سب لوگ انسان دشمن تھے، اور ہیں؟ یا ہم نفسانی خواہشوں کے ہاتھوں مجبور بھٹکتے ہوئے انسان اپنی نجات کا راستہ نہیں جانتے؟ اس سلسلے میں امام خمینیؒ کا شعر پیش خدمت ہے۔

فارسی:

طاعت نتوان کرد گناہی بکنیم
از مدرسہ رو بخانقاہی بکنیم
فریاد انا الحق رہ منصور بود
یارب مددی کہ فکر راہی بکنیم

اردو:

نہ ہوگی ہم سے اطاعت ، چلو گناہ کریں
ہٹاؤ مدرسہ رخ سوئے خانقاہ کریں
صدائے ساز اناالحق تو ہے رہ منصور
سہارا چاہئے یارب کہ فکر راہ کریں

عزم وارادہ:

نفس کے جہاد میں اگلی منزل جو غور وفکر کے بعد مرد مجاد کو طے کرنی ہوتی ہے وہ عزم وارادہ کی منزل ہے۔ یہ اس ارادہ سے بالکل مختلف ہے جس کا ذکر شیخ رئیس نے 'اشارات' میں عرفان کے اولین درجات کے زمرے میں کیا ہے ہمارے بعض مشائخ نے بھی عزم وارادہ جو اس مقام کے لئے لازمی ہے وہ گناہوں سے پرہیز کرنے اور تمام واجبات کو انجام دینے کے عہد کا نام ہے۔ یہ عبارت ہے اس لئے کہ جو کچھ کوتاہیاں اس سے زندگی میں سرزد ہوئیں ہیں ان کا کفارہ ادا کرے اور آخر کار انسان اپنے ظاہر کو عقل اور شرع کے سانچے میں ڈھال لے۔ کیونکہ عقل وشرع کا حکم ہے کہ'' ان کے مطابق عمل کرے۔ یعنی زندگی میں اس کا عمل شرع کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہونا چاہئے۔ اور اس کا ظاہر رسول خداؐ کے عادات واطوار کی تقلید پر مبنی ہو وہ اپنی زندگی کو رسولؐ کی زندگی کے سانچے میں ڈھالے گا اور اس کے

تمام اعمال واجبات کی پابندی اور مکروہات کو ترک کرنے سے عبارت ہوں گے وہ بزرگوار کی پیروی کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے گا۔

یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ معارف الٰہی کا راستہ اس وقت تک طے نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ انسان پہلے قدم کے طور پر شریعت کے ظاہر کی پابندی سے آغاز نہ کرے۔کوئی مرد اپنی روحانی زندگی کی قدروں کو نہیں پاسکتا۔ جب تک وہ شریعت کے قوانین کی نیک نیتی سے پابندی نہیں کرتا۔ وہ اخلاق حسنہ کی بلندیوں کو حاصل نہیں کرسکتا نہ ہی یہ ممکن ہے کہ معرفت الٰہی کا نور اس کے دل میں جلوہ فگن ہو اور علم باطن کے اسرار اس پر منکشف ہوں ۔جب اس پر حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے اور اس کے دل میں معرفت الٰہی کے انوار اترتے ہیں تب بھی وہ شہوت کے ظاہری آداب کا پابند رہتا ہے۔

امام خمینیؒ نے فرمایا ہے۔

فارسی:

از هستی خویشتن گزر باید کرد
زین دیو لعین صرف نظر باید کرد

اردو:

اپنی ہستی سے آگے گزر چاہیے
اس خباثت سے صرف نظر چاہیے

جدوجہد:

اس میں ارادہ عزم کو قائم رکھنے کی کوشش کو بتایا ہے۔ خدانخواستہ اگر تو اس دنیا سے کوچ کرجائے تو ایک بے مغز ہیولے سے زیادہ نہ ہوگا۔ گناہ کرنے کی جرأت آہستہ آہستہ انسان کے ارادے کو کمزور اور کھوکھلا بنادیتی ہے اور اس سے انسانیت کے قیمتی جوہر کو چھین لیتی

ہے۔ سب سے زیادہ جو چیز انسان کے ارادہ اور عزم کو کمزور کرتی ہے وہ موسیقی ہے اس لئے گناہوں سے کنارہ کشی کرو اور سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنے کا عزم کرو۔ اپنے ظاہر کو حقیقت کے سانچے میں ڈھال لو اپنے آپ کو اللہ والوں کے زمرے میں شامل کرو۔

فارسی:

فرہاد شوو تیشہ بر این کوہ بزن
از عشق ، بہ تیشہ ریشۂ کوہ بکن
طور است وجمال دوست ہمچون موسیٰ
یاد ہمہ چیز را جز او دور فگن

اردو:

فرہاد ہو، جا اور الٹ دے یہ پہاڑ
لے تیشہ عشق اور اسے جڑ سے اکھاڑ
جلوہ بھی ہے ، طور بھی! تو موسیٰ بن کر
اک اسکے سوا ، دل میں جو بستی ہو، اجاڑ

محاسبہ ومشارطہ:

اپنے نفس کے ساتھ لڑنے والے مجاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال کے بارے میں سوچے سمجھے اور ران کا جائزہ لے۔ یہ امور مشارطہ، مراقبہ اور محاسبہ کہلاتا ہے۔ مشارطہ یہ ہے کہ دن شروع ہوتے ہی اپنے آپ سے اس چیز کا عہد کرے کہ آج دن وہ خدا کے حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور وہ اسی شرط پر مضبوطی سے قائم رہنے کی کوشش کرے۔ مراقبہ جب انسان اپنے آپ سے نیکی کا عہد (مشارطہ) کرلیتا ہے تو مراقبہ کا مرحلہ اس کے سامنے آتا ہے اس عمل کے دوران انسان مجاہد کو ہر وقت اپنے عمل کے بارے میں

چوکنا رہنا چاہئے اور اسے فرض سمجھنا چاہئے کہ اپنے عہد پر کاربند رہے۔ اگر خدانخواستہ تمہارے دل میں کوئی گمراہ کن خیال آئے تو یہ سمجھ لو کہ یہ شیطان اور اس کے ہمنوا ہیں جو تم کو اپنے عہد سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ شیطان سے کہدو کہ آج کے دن تم نے اپنے آپ سے خدا کی نافرمانی نہ کرنے کا عہد کیا ہے۔

فارسی:

صوفی به رهِ عشق صفا باید کرد
عهدی که نموده ای وفا باید کرد
تاخویشتنی ، به وصل جانان نرسی
خود را به ره دوست فنا باید کرد

اردو:

طے عشق و صفا کا راستہ کرنا ہے
جو عہد کیا ہے،وہ وفا کرنا ہے
ہے شوق وصال گر، تو پھر چھوڑخودی
خود کو ، رہ دوست میں فنا کرنا ہے

ذکروفکر:

ذکر سے مراد ہے خدا تعالیٰ کو یاد رکھنا اور انسان پر اس کی گوناگوں نعمتوں کا تذکر۔ یہ جان لو کہ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنے محسن کا احترام و اکرام کرے۔ اگر کوئی انسان اپنی کتاب ذات کی مطالعہ کرے تو وہاں ضرور یہ لکھا ہوا پائے گا کہ انسان کو اپنے اوپر احسان کرنے والے اور نعمتیں عطا کرنے والے کا شکرگزار ہونا چاہئے یعنی وہ ہر لمحہ اللہ کا ذکر کرتا رہے اور کبھی بھی اللہ کی یاد اور اس کے بتائے ہوئے راستے سے غافل نہ ہو۔

فارسی:

این فلسفه را که علم اعلیٰ خوانی
برتر ز علوم دیگرش میدانی
فارسی ز ره سالک عاشق نگرفت
هر چند بعرش اعظمش بنشانی

اردو:

یہ فلسفہ جس کو علم اعلیٰ سمجھا
ہر علم سے سربلند و بالا سمجھا
یہ خارِ رہِ سالک عاشق بھی نہیں
تو زیب دہ عرش معلیٰ سمجھا

اب آپ کی خدمت میں ''امام خمینیؒ کا عرفان'' بیان کرتی ہوں۔

تاریخ کی عظیم ہستیوں کے حیرت انگیز کملات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی شخصیت کے گوناگوں پہلوؤں کے تحت ہر گروہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان کی زندگی کے کسی ایک پہلو سے خیرہ ہو کر اسی ایک پہلو پر سوچنے لگتا ہے۔ ظاہر ہے ہر صاحب کمال اپنی استعداد کے مطابق ان کو کسی ایک میدان میں فضیلت کی چوٹیوں پر دیکھتا ہے اور ان کی دوسری فضیلتوں سے غافل رہتا ہے۔ کچھ لوگوں کی نظریں ان کے فقہ واصول کے احاطہ پر مرکوز ہیں اور علوم منقولہ میں ان کی گہری معلومات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو کچھ لوگ ان کی شجاعت ودلیری سے مات ہو کر ان کی شیر دلی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ ایک گروہ ان کی دور اندیشی اور تیز بینی سے متاثر ہو کر انگشت بدندان ہے تو دوسرا گروہ ان کے غیر معمولی حسن نظم وتدبیر پر سردھنتا رہتا ہے۔ اسی طرح صاحبان سیر وسلوک ان کو عرفان تکامل کی راہ طے کر لینے والے توانا شیخ ومرشد کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔

البتہ جو چیز اس مرد الٰہی کے تمام کمالات وامتیازات کے درمیان بنیادی و اساسی کردار کی حامل ہے وہ ان کا عرفانی تصور کائنات ہے۔عرفانی نقطہ نظر جس نے عملی سیر وسلوک کے ساتھ ضم ہو کر ان کو ایک انسان کامل بنادیا ہے۔

اس ضمن میں امام خمینیؒ کے عرفانی نظریات کی خصوصیتوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتی ہوں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے یہاں اس نکتہ کی طرف متوجہ کردینا چاہتی ہوں کہ اسلامیہ جمہوریہ ایران کے بانی، قبل اس کے کہ عوامی سطح پر قائد ورہبر، اور ایک بڑے طبقے میں مرجع تقلید کے عنوان سے یا حوزہ علمیہ میں ایک بزرگ فقیہ اور ماہر اصول کی حیثیت سے جانے، پہچانے اور مانے جائیں۔ حوزہ علمیہ قم میں علماء واساتذہ کے درمیان ایک ایسے اولیٰ صفت پاکیزہ چہرے کے طور پر معروف تھے جس نے الٰہی معارف اور عرفانی حقائق کے اکتساب کے لئے برسوں حضرت آیت اللہ میرزا محمد علی شاہ آبادی جیسے استاد کے سامنے زانو ے ادب تہہ کیا ہے اور ان کے ایسے عارف وکامل کے ارشاد ونصیحت کے ذریعہ خود بھی مقامات معنوی کے اعلیٰ مراحل طے کرچکا ہے کہ اس کا ذوق معنوی مباحث سے سرشار ہے

اس مرد عظیم کے تالیفاتی سلسلہ پر ایک نظر خود اس بات کی گواہ ہے کیونکہ امام خمینیؒ کی سب سے پہلی یادگار شرح دعائے سحر'' ہے جو انھوں نے صرف ستائیس سال کی عمر میں تحریر فرمائی ہے۔ (۱۳۴۷ ہجری قمری) اس کے بعد ۵۳ سال کی عمر میں (۱۳۵۵ ہجری قمری) شرح فصوص الحکم ومصباح الانس کی تالیف تکمیل کرتے ہیں۔ یقیناً اس پایہ کی تالیفات کو اور وہ بھی اوائل تحقیق وتصنیف میں علوم عرفانی پر نظر رکھنے والے صاحبان فن اور اہل بصیرت بھی حیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ خاص طور پر یہ دیکھ کر کہ انھوں نے اس وقت قلم اٹھایا جبکہ ابھی انھیں اپنے استاد سے فارغ ہوئے کچھ عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کیونکہ ۱۳۵۰ھ میں ''مصباح الانس'' جو عرفان نظری کے متون عالیہ میں سے ہے آپ اپنے استاد آیت اللہ شاہ آبادی کی خدمت میں شروع کرتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد قم سے استاد کے ہجرت کرجانے کے سبب

درس کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ چنانچہ امام طاب ثراہ نے شرح مصباح الانس کے حاشیہ میں صفحہ ۴۴ پر خود تحریر فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

''اس صفحہ تک میں نے یہ کتاب اپنے استاد عارف کامل شاہ آبادی روحی فداہ کی خدمت میں پڑھی اتفاقاً انھیں تہران منتقل ہونا پڑا جس کے سبب ان کے فیض سے محروم ہوگیا خدا ان کا سایہ باقی رکھے۔''

امام خمینیؒ طاب ثراہ کے عرفانی افکار کی بنیاد واساس توحید سے متعلق ان کے گہرے تصورات پر استوار ہے اس سلسلہ میں وہ بارہا صراحت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ تمام کلمات واصطلاحات، حتی جو کچھ اہل عرفان کہتے ہیں سب نارسا اور توحید کی حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

امام خمینیؒ کی عرفانی بصیرت کی خصوصیات

ظاهر و باطن کا آپس میں جڑا ہونا

کچھ صاحبان شریعت دین کے ظاہری احکام وآداب کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور باطن سے جو اس کی اصل روح وجان ہے غفلت برتتے ہیں اور دوسری طرف کچھ لوگ اپنی تمام کدوکاوش اور تلاش وجستجو باطن پر مرکوز کردیتے ہیں اور ظاہر پر اعتبار اور اہمیت کے قائل نہیں ہیں اور ان دونوں خطا کار گروہوں کے بالمقابل سچے عارفین کی منزل ہے جو مقام باطنی تک پہنچنے کے لئے شرع مقدس کے ظواہر ودستورات کی پیروی کرتے ہیں اور شرعی آداب واحکام کی پابندی کے بغیر کمال تک رسائی کو ناممکن جانتے ہیں۔ وہ شیوۂ وراہ جو عالم معنی سے مربوط ہے اور ظاہر جو کہ سر و باطن سے وابستہ ہے وہی ہے جو خدا اس کے رسول اور اس کے اولیا کے اقوال وگفتار کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔ دینی احکام وآداب یعنی شرح مقدس الٰہی (کتاب سنت) کے ظواہر کا علم اسرار ربانیہ، انوار غیبیہ اور تجلیات تک رسائی مجاہد مقصود حقیقت تک نہیں

پہنچ سکتا تھا۔ اور حاشیہ میں خاص طور سے فرماتے ہیں کہ ''شریعت'' کے بغیر طریقت'' و ''حقیقت'' تک نہیں پہنچا جاسکتا اور اگر ظاہر پر جس طرح ہونا چاہئے توجہ اور احترام ہو تو یہ چیز یقیناً انسان کو باطن تک پہنچا دیتی ہے۔

عقل وکشف اور برہان وعرفان میں ہم آہنگی

امام خمینیؒ طاب ثراہ کے نظریہ کے مطابق اگر چہ عرفان عقل سے الگ ایک چیز ہے لیکن کسی بھی عالم میں عقل صریح کا مخالف نہیں ہے کیونکہ عقلی برہان بھی صاحبان عرفان کے شہود کے خلاف نہیں ہے۔

عرفاء کے کشف وشہود کا طریقہ اگر چہ عقل سے ماوراء ایک راہ ہے لیکن یہ امر مقدمات بدیہہ کی بنیاد پر سیر کرنے والی عقل صریح کے خلاف نہیں ہے۔ مشاہدات ذوقیہ ہرگز برہان اور براہین عقلیہ کی مخالفت نہیں کرتے کہ صاحبان عرفان کے مشاہدے کے خلاف ہوں۔

جامعیت اور وسیع النظری

معنوی اور عرفانی افکار اپنے تمام تر تقدس و احترام کے باوجود امام خمینیؒ کے ذہن کو اسلام کے دوسرے زندگی بخش پہلوؤں کی طرف سے غافل نہیں بناتے کیونکہ وہ اسلام کو ایک جامعیت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس آسمانی نظام ومکتب کو صرف اہل عرفان کے اقوال وتعبیرات میں منحصر نہیں کرتے۔ حتی ان لوگوں سے جو عموماً انسانی زندگی کے سیاسی واجتماعی پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک طرف سے تمام قرآنی آیات وروایات کو اپنے مصنوعی تخیلات کے پرتو میں تفسیر کرتے ہیں۔

محی الدین ابن عربی پر خصوصی توجہ:

محی الدین ابن عربی خاص طور پر اسلام عرفان کے ''باوا آدم'' کی حیثیت سے یاد کیے جاتے ہیں کیونکہ انھوں نے عرفان نظری کو محکم واستوار پایوں کی بنیاد پر ا بہترین صورت

میں بیان ونظم کیا ہے۔ آپ کے آثار اتنے مستحکم اور گہرائی کے حامل ہیں کہ تقریباً ہزار سال گذر جانے کے باجود آج بھی درس وتحقیق کے متون کے طور پر دینی درسگاہوں اور یونیورسٹیوں میں علمی دنیا کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

بہر حال حضرت امام خمینیؒ کے عرفانی افکار میں ابن عربی کی جانب خصوصی توجہ کی جھلک ملتی ہے۔ ایک طرف تو ان کو "الشیخ الکبیر" کے عنوان سے یاد کرتے ہیں اور دوسری طرف مختلف مباحث میں ان کے اقوال کونقل اوران کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آزاد اندیشی اور محققانہ طریقہ نظر:

حضرت امام خمینیؒ نے محض عرفانی کتابوں کے متون کے مطالعہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے سلسلہ میں کدو کاوش اور تحقیق وجستجو سے کام لیا ہے۔ آپ اتنی علمی قوت وتوانائی کے حامل ہو چکے تھے کہ بلا جھجک آزادانہ طور سے ان پر تنقید وتبصرہ اور ان کی قدر وقیمت اور اہمیت بیان کردیتے تھے نہ تو کلمات وعبارات آپ کو خیرہ کرتے اور نہ ہی صاحبان قلم کا تقدس واحترام آپ کو اپنی بات کہنے سے روکتا تھا۔

اجتماعی فیصلوں میں عرفانی تصور کائنات کی کارفرمائی۔

امام خمینیؒ طاب ثراہ کے سیاسی واجتماعی رجحانات اور فیصلے بلاشبہ توحید کے بارے میں آپ کے بلند افکار ونظریات سے متاثر تھے۔ دوسرے لفظوں میں آپ کا عرفانی تصور کائنات جس وقت اجتماعی زندگی میں جلوہ گر ہوا تو ان امتیازی خصوصیات کی حامل امام خمینیؒ جیسی عظیم شخصیت وجود میں آئی جو اپنے اندر گہرے احساس وادراک بے نظیر ثبات واستقامت پر جوش دلیری وشجاعت آئندہ کے بارے میں زندگی بخش امید وآرزو، عزم راسخ اور ناقابل تسخیر ارادے سموئے ہوئے تھی۔

مختصر یہ کہ ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کی رہنما تحریروں اور پیغاموں کی اصل وبنیاد توحید پر استوار عرفان ومعنویت کی خوشبو لیے نظر آتی ہے۔

امام جب بھی اپنی ذمہ داریوں سے فرصت پاتے تھے تو خلوتوں اور اوقات خاص میں موزوں کلام کا سہارا لے کر آتش دل پر پانی چھڑکتے تھے اور شعر کی زبان میں درد فراق کی داستان اپنے دلدار بیگانہ کو سناتے تھے۔ امام خمینیؒ کو ہرگز شعر وشاعری کا شوق نہ تھا اور نہ انہوں نے کبھی خود کو اس میں سرگرم رکھا۔ انھوں نے جب کبھی اپنے پیغام رسانی کے فریضہ سے فرصت پائی اپنے داد فراق کا حال کلمات والفاظ موزوں کے قالب میں ڈھال کر حوالہ قرطاس کر دیا ان کا مقصد شعروشاعری نہ تھا بلکہ شعر ان کی پاک وبلند روح کے ہزار ہا جلووں میں سے ایک تھا ان کا شعر بلال کی جلوہ گاہ ہے۔ ان کا شعر عاشقانہ راز ونیاز، ایک ہیجان میں آئی ہوئی بیقرار اور مضطرب وبے تاب روح ہے جو عالم تنہائی میں لفظوں سے کام لے کر اپنے دل دردمند کا راز اپنے محبوب سے کہتی ہے اور اپنے معبود سے مناجات کرتی ہے وہ قافیہ اندیش نہ تھے اور بقول مولانا روم جب خون ان کے دل میں جوش مارتا تھا تو اس خون میں شعر کا رنگ بھر دیتے تھے۔ امام خمینیؒ نے خود اپنی شعر گوئی کے بارے میں فرمایا ہے۔

''سچی بات یہ ہے کہ میں جوانی میں شعر گوی پر قدرت رکھتا تھا جو شعر وشعور کا موسم ہوتا ہے اور اب ختم ہو چکا ہے۔ نہ فصل پیری میں کہ اسے بھی پیچھے چھوڑ چکا ہوں اور نہ عمر کے آخری لمحات میں جس سے اب دست وگریباں ہوں''

ہاں امام خمینیؒ کا شعر حالت استغراق کا پھول، حضرت حق کے جلال وجمال کی پاکیزگی کے اقرار میں فنا ہونے کا ثمرہ اور شہود بقائے دلدار کا نتیجہ ہے۔

ہر دم اک نقش بناتا ہے تیرے رخ کا خیال
کس کو بتلائیں کہ اس پردہ میں کیا کیا دیکھا
نافہ چیں میں کہاں، مشک ختن میں بھی کہاں
ہر سحر باد صبا میں جو تماشا دیکھا

اس طرح کے شعر جو اس حالت استغراق وشہود سے وجود میں آتے ہیں شعراء کے

درمیان رائج ومتداول ہیئت اور طرز واسلوب سے الگ ایک ہیئت اور طرز اسلوب رکھتے ہیں۔

تعبیریں اور اصطلاحیں جو آثار حضرت امام خمینیؒ میں استعمال ہوتی رہی ہیں جو عارفان شاعر اور شاعران عارف اپنے اشعار میں استعمال کرتے آئے ہیں عارفان واصل نے جن معانی کو مشاہدہ اور واردات قلبی کے احوال میں پایا اور ذوق حضور سے آزمایا انھیں الفاظ کے قالب میں ڈھالا اور رمز واستعارہ کے طور پر بیان کیا ہے کیونکہ وہ مشاہدات اور ادراکات براہ راست بیان کی گرفت میں نہیں آسکے اور کلام کا دامن ان معانی کو اپنے اندر سمو لینے کی گنجائش نہیں رکھتا۔

معانی هرگز اندر حرف ناید
که بحر قلزم اندر طرف ناید

کوئی معنی حرف میں آتا نہیں
بحر قلزم ظرف میں آتا نہیں

امام خمینیؒ نے بلند مرتبہ عرفاء اور سلف صالح کی اصطلاحات سے استفادہ کرتے ہوئے ان کی تعبیرات کو اپنے اشعار میں استعمال کیا ہے۔ ایسا بھی ہے کہ کہیں کہیں ان مصطلحات کو استعمال کرتے ہوئے نئے مضامین اور نئے معانی مراد لئے ہیں۔ تمام مصطلحات کا مفصل بیان اس مختصر مضمون میں مشکل ہے لہٰذا بطور نمونہ چند مثالوں پر اکتفا کرتی ہوں۔

اہل عرفان نے جو اصطلاحات اپنے کلام میں استعمال کی ہیں ان میں ایک اصطلاح ''رخ'' ہے جس کے بارے میں انھوں نے بتایا ہے کہ اس سے مراد ''تجلی جمال حضرت حق'' ہے جو اعیان عالم کی ایجاد اور اسمائے الٰہی کے ظہور کے سبب ہے۔ نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ''رخ'' سے مراد لطف الٰہی ہے۔

مام خمینیؒ نے بار بار لفظ رخ کو اپنے کلام میں استعمال کیا ہے۔

ای خوب رخ که پرده نشینی و بی حجاب

اے صد ہزار جلوہ گر و باز در نقاب

اے سراپا لطف اے پردہ نشین و بے حجاب

لاکھوں جلوے ہیں ترے پھر بھی تیرے رخ پر نقاب

با عاقلان بگو کہ رخ یار ظاہر است

کاوش بس است این ہمہ در جستجوی دوست

ظاہر ہے روئے دوست، کہو اہل ہوش سے

کافی ہے کاوش طلب و جستجوئے دوست

دوسری اصطلاح ''زلف'' ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ کلیات وجزئیات معقولات ومحسوسات ارواح واجسام اور جواہر واعراض کے مرتبہ امکانیہ سے کنایہ ہے

امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

سر زلف بکناری زن و رخسار کشا

تاجہان محوشود، خرقہ کشد سوئے فنا

زلف چہرے سے ہٹا، تابش رخسار دکھا

یہ جہاں جائے مع خرقہ سوئے دار فنا

در صید عارفان و زہستی رمیدگان

زلف چو دام و خال لبت ہمچو دانہ ہست

کرتا ہے صید عارف و ہستی رمیدہ کو

ہے زلف دام خال لب یار دانہ ہے

ایک اصطلاح عرفانی ''خال'' ہے کہتے ہیں کہ خال نقطہ وحدت حقیقی سے عبارت ہے، اور مراد وحدت ذات ہے

امام خمینیؒ اس معنی کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

من بخال لبت ای دوست گرفتار شدم
چشم بیمار ترا دیدم و بیمار شدم
زندانی خال لب دلدار ہوا ہوں
میں نرگس بیمار کا بیمار ہوا ہوں
گیسوئی یار دام دل عاشقان او
خال سیاہ پشت لبش دانہ من است.
گیسوئے یار دم دل اہل عشق ہے
خال سیاہ لب پہ جو ہے دانہ ہے مرا

''لب'' کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کلام ہے اور ''نفس رحمانی کی طرف بھی اشارہ ہے جو اعیاں پر افاضہ وجود کرتا ہے۔

شیرین لب شیرین خط و شیرین گفتار
آن کیست کہ با این ہمہ فرہاد تو نیست
کوئی شیرین لب ہو شیرین خط ہو یا شیرین مقال
پا کے سب کچھ جس کو بھی دیکھو ترا فرہاد ہے
سرفہم برقد دوست بہ خلوت گہ عشق
لب نہم برلب شیرین تو فرہاد شوم
سر ہو میرا تیرے قدموں پہ، خلوت گہہ عشق
لب ہوں تیرے لب شیرین پہ تو فرہاد ہوں میں

''ابرو'' جس سے مراد صفات الٰہی میں جو حاجب ذات ہیں اور عالم وجود صفات ہی سے رونق اور بہار جمال حاصل کرتا ہے۔

خم ابروی تو قبلہ نماز باشد

یاد تو گرہ گشای رازم باشد

ابروئے دوست قبلہ ہے میری نماز کا
اور عشق دوست پردہ کشا دل کے راز کا

فارسی:

خم ابروی کجت قبلہ محراب نیست
تاب گیسوی تو خود راز تب وتاب نیست

اردو:

خم ترے ابروکا میرا قبلہ محراب ہے
تاب گیسو پر درد دل کاپیچ و تاب ہے

عشق: حد سے بڑھی ہوئی محبت عرفان میں طلب کے ساتھ دوستی حق کو کہتے ہیں اہل معرفت کے نزدیک تمام ہستی وجود کائنات اور حرکت افلاک عشق کی پیداوار ہے امام خمینیؒ نے فرمایا ہے۔

فارسی:

آن دل کہ بیاد تو نباشد دل نیست
قلبی کہ بعشقت نطپد جزگل نیست
آن کس کہ ندارد بسر تو راہ
از زندگی بی ثمرش حاصل نیست

اردو:

جس میں نہیں تیری یاد وہ دل کیا ہے؟
تڑپے نہ جو تیرے لئے وہ جزگل کیا ہے؟
تجھ تک نہ ملے جانے کا رستہ جس کو
اس شخص کی زندگی کیا ہے؟

خلوت ۔لغت میں غیر سے خالی جگہ اور تنہائی کو کہتے ہیں ۔اصطلاح میں بندہ کا خدا سے تنہائی میں راز کہنا اور اس کی یاد کے علاوہ کسی اور کو جگہ نہ دینا شریعت اسلام میں دوسرے مذاہب کے برخلاف خلوت اختیار کرے اور اس جیسے امور میں افراط و تفریط کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
وہ فرماتے ہیں۔

از خطۂ حقیقت و از خیمۂ مجاز
برخاستہ بہ خلوت دلخواہ می رسد

اردو:

تیرا رخ حق میں ہمارے ، نور خلوت گاہ ہے
یاد رخ تیری فروغ قلب نا آگاہ ہے

درویش ۔نعت میں بے نوا اور فقیر کو کہتے ہیں اور اصطلاحی اعتبار سے اہل عرفان میں وہ شخص ہے جو دنیا اور تعلقات دنیا کی طرف اعتنا نہ کرے۔اس سلسلہ میں امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔

فارسی:

تکبیر زبان دو سوی محبوب کنم
از خرقہ برون آیم و درویش شوم

اردو:

زباں پر نعرہ تکبیر ہو اور رخ سوئے دلبر
جدا کردوں یہ خرقہ ، واقعی درویش ہوجاؤں

مختصراً یہ کہ امام خمینیؒ ایک مومن و مجتہد و تاریخ ساز انسان اور موجودہ صدی کے معمار تھے وہ ایسے مرد مجاہد تھے کہ ان کی مثال اس صدی میں نہیں ملتی انہوں نے دنیا میں ایسا ذخیرہ چھوڑا ہے جس کا ذکر لوگوں کی زبان پر تا قیامت رہے گا۔

❁❁❁❁

قناعت وسادہ زیستی امامؒ

(امام خمینیؒ کی سادگی وقناعت)

ڈاکٹر زہرہ خاتون

جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

عام طور پر قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو زندگی میں جو کچھ حاصل ہے اس کو اللہ کا فضل اور عطیہ الٰہی تصور کرے اور ان فیوض وعطیات کے لئے اس کا شکر ادا کرتا رہے اس شعور اور اس عمل کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان غرور اور تفاخر وغیرہ جیسی کمزوریوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہے گا اور کاروان ہستی کو صراط مستقیم پر رواں دواں رکھے گا۔ اس طرز فکر اور طرز عمل کے نتیجہ کے طور پر زندگی میں ایسی سادگی آئے گی جو دنیا وی نمود ونمایش کی الائشوں سے پاک ہوگی چنانچہ یوں سمجھنا چاہئے کہ قناعت اور سادگی لازم وملزوم انسانی خوبیاں ہیں۔ جب انسان میں قناعت ہوگی تو وہ سادگی اختیار کرے گا جب سادگی ہوگی تو زندگی کے لوازمات کم سے کم ہوں گے پھر وہ اپنے حالات پر قانع ہوگا۔

لیکن یہیں ایک غلط فہمی پیدا ہوتی ہے جس کا ازالہ ضروری ہے، قناعت اور زندگی میں سادگی کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ انسان بے عمل ہوجائے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہے، اس پر بے حسی طاری ہوجائے پھر وہ نہ اپنے لئے نہ اہل دنیا کیلئے کچھ نہ کرے، ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے یعنی جب اپنی حد سے بڑھتی ہوئی ضرورتوں بہ الفاظ دیگر نا قابل تسکین ہوس کی تکمیل سے عاری ہوگا تو اس کے پاس دوسرے مفید کاموں کے لئے، خدمت خلق کیلئے، خلق خدا کی صحیح راستوں پر رہنمائی کیلئے کافی وقت بچ جائے گا۔ یہی وہ خوبیاں اور صفات عالیہ ہیں جو انسان کو لازوال عظمتوں اور بزرگیوں سے مالامال

کردیتی ہیں کسی شخصیت میں جتنی ہی زیادہ اپنی ذات سے بے تعلقی اور خلق خدا سے گہرے تعلق کی خوبی ہوگی اس کے مدارج اتنے ہی بلند اور ارفع ہوں گے۔ اسی اصول کی روشنی میں ہمیں رہبر انقلاب اسلامی ایران امام خمینیؒ کی عظیم و بے مثال شخصیت کا جائزہ لینا ہوگا شخصیت فکر وعمل کا مرکب اور مجموعہ ہوتی ہے چنانچہ اس مختصر سے مضمون میں بحر بے پایاں کو سمیٹنا تو ممکن نہیں البتہ اس فکر کے بنیادی نکات بیان کئے جاسکتے ہیں جو اس قوت عمل کو مہمیز کرتے رہے جو انقلاب بداماں ہوا جس نے ایرانی عوام کو خواب غفلت سے بیدار کیا لیکن اس کے ساتھ ہی ساری دنیا کو چونکا دیا کہ بیدادگری کا عہد تمام ہوا اور مظلوموں کی داد رسی کا دور آ گیا۔

یوں تاریخ انسانی میں ایسا ہوتا آیا ہے کہ ظالم کی ظلمت حدوں سے تجاوز کرتی ہے تو ''مردی از غیب برون آید وکاری بکند'' ایسا ہی کچھ ایران میں بھی ہوا۔ شہنشاہان ایران روایتی جاہ وجلال اور شان وشکوہ کے لئے عالمگیر شہرت رکھتے تھے لیکن جبروت شاہی کے مظاہر اور عوام پر مظالم دو الگ الگ کیفیات ہیں، فی الحال ہماری توجہ اس دوسری کیفیت پر مرکوز ہے جو تاریخ ایران کے آخری بادشاہ کے دور میں جاری تھی اتنا ہی نہیں کہ عوام کی آزادیاں سلب کرلی گئیں، خفیہ محکمے کے مخبروں نے لوگوں کا جینا مشکل کردیا بلکہ مغرب کے استعماری ملکوں کی کمپنیوں نے ایران میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کررکھا تھا اور ان کی اس قسم کی حرکتوں کو حکومت ایران کی اور خود ان کی اپنی حکومتوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ ایرانی عوام نے جب بھی ان حرکتوں کے خلاف صدای احتجاج بلند کی ان کا گلہ گھونٹ دیا گیا۔

یہ وہ حالات تھے جن میں روح انقلاب بیدار ہوئی اور رہبر عظیم امام خمینیؒ نے اس انقلاب کا پرچم بلند کیا جسے ایران کے انقلاب اسلامی سے تعبیر کیا گیا چونکہ کوئی ذاتی منفعت اس انقلاب کی محرک نہ تھی، مقاصد بالکل پاک اور شفاف تھے یعنی عوام کو جبرواستبداد سے نجات دلانا اور اسلامی اصولوں پر مبنی ایک حکومت کا قیام جس میں استحصال کی کوئی گنجائش نہ ہو

اس لئے ساری مزاحمتوں کے باوجود اس کی کامیابی یقینی تھی چنانچہ امام خمینیؒ کی قائدانہ کاوشیں بار آور ہوئیں۔ ایرانیوں نے ان کی قدم بوسی کی اور اپنی آنکھیں ان کے لئے فرش راہ کیں صدیوں سے راسخ ایک نظام کو جڑ سے اکھاڑ نا اس کے کھنڈرات کو صاف کرنا اور اس کی جگہ ایک عظیم الشان نظام کے قیام کیلئے مستحکم بنیادیں قائم کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مذہب اسلام کے بنیادی اصول تو یقیناً رہنمائی کیلئے موجود تھے لیکن ان پر عمل آوری کے لئے ایسے افراد اور اداروں کو قائم کرنا اور ان کو تربیت دینا جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل کام تھا جہاں اخلاقیات کا وجود باقی نہ رہ گیا ہو وہاں اخلاق کا درس ہی نہیں دینا تھا بلکہ ان پر عمل کرنا اور سارے نظام کو اس عمل کا پابند بنانا شاید ان انقلابات سے زیادہ مشکل کام تھا جنھیں حالیہ تاریخ میں بڑے زور وشور سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ اسلام کے آفاقی انقلاب کی تقلید اور تجوید تھی اس لئے ظلمت پرستی پر قائم نظاموں کے عامل نہ صرف برہم ہوئے بلکہ ان لوگوں نے عملی مخالفت اور تصادم کی راہ اختیار کی۔ اس کیفیت نے انقلاب اسلامی ایران کو حق وباطل کے تصادم کی شکل دیدی۔ یہ تصادم تو ازلی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کے مقابلے کے لئے امام خمینیؒ نے اپنی قوم کو کس طرح تیار کیا ایسی کردار سازی کے لئے کیا کیا جو محض ذہن کے فروغ کے لئے وقف ہو اور کوئی دنیاوی منفعت اس راہ میں گامزن کارواں کے قدموں میں لغزش نہ آنے دے۔

اس وقت یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ آخر امام خمینیؒ میں وہ کون سی صفات حسنہ تھیں جن کی وجہ سے عوام ان کے گرویدہ ہوگئے ان کی صدائے انقلاب پر لبیک کہا اور بے حساب قربانیوں کے لئے تیار ہوگئے۔

شخصیات کی پہچان کے لئے بے حد ضروری ہے کہ ان کے قول وعمل اور مستحکم ارادوں واٹل فیصلوں کا جائزہ لیا جائے اور کسی ایک شخص میں متضاد صفات کا پایا جانا عام طور پر تاریخ میں اس کی مثالیں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ امام خمینیؒ بھی کچھ اسی طرح کی گوناگوں صفات سے متصف تھے، انھوں نے مدرس، مبلغ، عارف فقیہ، فلسفی اور ایک کامیاب سیاسی

رہنما کی خدمات بیک وقت انجام دی ہیں اور علم وادب کی دنیا کے لئے عارفانہ افکار پر مبنی ایک دیوان یادگار چھوڑا۔

اس مرد مومن کی ولادت ۱۹۰۲ عیسوی میں تہران سے تقریبا ساڑھے تین سو کلو میٹر دور خمین نامی قصبہ میں ہوئی۔ چھ ماہ کی عمر میں ان کے والد استعماری سازشوں کا شکار ہو کر شہید ہو گئے ابھی عمر کے چند سال ہی گذرے ہوں گے کہ والدہ بھی انتقال کر گئیں اور پھر پھوپھی محترمہ کے زیر تربیت عمر کا ابتدائی حصہ گذرا۔ ۱۹ سال کی عمر تک قصبہ خمین میں رہ کر عربی زبان کے ساتھ ساتھ منطق، اصول وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۱ عیسوی میں خمین سے اراک روانہ ہوئے اور حوزہ علمیہ میں ایک سال قیام کے بعد ''قم'' آگئے یہاں ریاضی، نجوم وفلسفہ کا مطالعہ کیا۔ فقہ وتصوف جیسے مضامین سے آپ کو خاص دلچسپی تھی چنانچہ ۲۷ سال کی عمر سے ہی آپ نے حوزہ علمیہ قم میں فلسفہ اصول، تصوف وفقہ کا درس دینا شروع کردیا تھا ساتھ ہی ان موضوعات پر تصنیفات کا سلسلہ بھی جاری رہا جن کی تعداد ۵۰ کے قریب پہونچتی ہے ان میں اہم ترین چہل حدیث، ولایت فقیہ، کشف الاسرار، انوار الهدایہ فی التعلیقہ علی الکفایہ، رسالہ الاجتہاد والتقلید، بدایع الدرر فی قاعدہ نفی الضرر، مناہج الوصول علی علم الاصول، رسالہ تقیہ، رسالہ طلب وارادہ، کتاب الطہارت، توضیح المسائل، مکاسب المحرم، حاشیہ وسیلۃ النجات، رسالہ نجات العباد وحاشیہ عروۃ الوثقیٰ وغیرہ ہیں۔

ابتداء سے ہی آپ کی تحریروں اور تقریروں نے پہلوی حکومت کی مغربیت اور استعمار دوستی سے پردہ اٹھانا شروع کردیا تھا۔ ۱۹۴۳ عیسوی میں آپ نے کشف الاسرار'' لکھی جس میں رضا شاہ پہلوی کے دور کے ظلم وستم کو بے نقاب کیا۔ آپ کی شخصیت چونکہ خود بھی حقیقی اسلام کا مظہر تھی لہٰذا اسلامی قوتوں کو یکجا کرنے اور عوام کا اعتماد حاصل کرنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی اور ۱۵/خرداد کا قیام (جب آپ گرفتار کیے گئے) ایک ایسی عظیم تحریک کا آغاز ثابت ہوا جو آخر کار ۲۲ بہمن ۱۳۵۷ ش (۱۱ فروری ۱۹۷۹ عیسوی) کو انقلاب اسلامی

کے نام سے کامیاب ہوئی، اپنی ایک تقریر میں کہتے ہیں:

"انقلاب صادر کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ تمام قومیں بیدار ہوجائیں، تمام حکومتیں بیدار ہوجائیں اور خود کو اپنے مشکلات وگرفتاریوں نیز اس زبردستی اور غلامی سے نجات دیں"۔[۱]

آپ کی شخصیت کی سب سے پہلی خصوصیت آپ کی "روحانیت" ہے۔ ہمارے سماج میں روحانیت کا تصور ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ ہمیشہ سے ہی مظلوموں کا حامی اور ظالموں کا مخالف رہا چنانچہ امام خمینیؒ نے روحانیت کا درس دیا اور "وحدت" کی اہمیت پر زور دیتے رہے ایک موقع پر صوبہ گیلان کے ائمہ جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یہ وحدت ہی ہے کہ جس کی طرف قرآن میں سفارش کی گئی ہے آئمہؑ نے مسلمانوں کو اس کی طرف دعوت دی ہے یعنی سب کلمہ اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوجائیں لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں اس اتحاد کو قائم نہیں ہونے دیا گیا بالخصوص آخری ادوار میں زیادہ انتشار پھیلایا گیا۔ کیونکہ ان کے ماہرین یہ جان چکے تھے کہ اگر عظیم اسلامی معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے قریب آکر آپس میں مربوط ہوجائیں تو کوئی طاقت (دنیا کی) ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور ان پر بالادستی قائم نہیں رکھ سکتی۔ ان کے لئے واحد راستہ یہی تھا کہ اپنے ان منحوس عزائم کو پورا کرنے کے لئے تمام جماعتوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں۔"[۲]

امام کی دوسری خصوصیت ان کی "مرجعیت" ہے یعنی جانشین امام معصوم، اور آپ آئمہ کرام کے صحیح معنوں میں جانشین قرار پائے۔ آپ نے اپنی قوم کو حقیقی اسلام کے قوانین واحکامات سے نہ صرف روشناس کیا بلکہ ان میں ایک ایسا جوش وجذبہ پیدا کیا جو انقلاب اسلامی

کا اصلی محرک ثابت ہوا، کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس کا تعلق دنیا وآخرت دونوں سے ہے۔ یہ عبادی مسائل کے علاوہ اقتصادی، سیاسی اور سماجی غرض کہ انسان کی زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے۔ چنانچہ ایرانی عوام کے دلوں میں بھی امام نے ایسا ہی جذبہ پیدا کیا اور ایک ایسی حکومت کا خواب دکھایا جو صرف معنوی حیثیت سے اسلامی نہ ہو بلکہ اس کے اقتصادی، سیاسی، سماجی نیز فوجی اصول بھی اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ہوں۔

امام کی تیسری خصوصیت ان کا ''فلسفہ'' ہے آپ نے حوزۂ علمیہ قم کے بزرگ اساتذہ سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کی اور تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا جبکہ اس عہد کے دوسرے فقہا نہ صرف فلسفہ کے مخالف تھے بلکہ اس مضمون کے معلمین ومدرسین کو کافر، مرتد وقابل تکفیر سمجھتے تھے۔

چوتھی خصوصیت جو آپ کی شخصیت کا نمایاں پہلو ہے وہ آپ کا خلوص ہے جس نے نہ صرف ملت ایران بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان ہر دل عزیز بنایا امام خدا کے عابد وزاہد بندے تھے عمر کا بیشتر حصہ خلوت میں رہ کر خدا کی عبادت میں بسر کیا۔ دروغ گوئی سے پرہیز کرتے ہوئے اور سیاسی رہنما ہوتے ہوئے بھی تمام عمر اس عیب سے پاک رہے۔

پانچویں خصوصیت نظم وضبط ہے جو کسی بھی کام کا لازمی جزو ہوتا ہے۔ بالخصوص جہاں کسی گروہ جماعت کی رہبری ورہنمائی کا معاملہ ہو جبکہ ایران میں آپ کو پوری ملت اسلامی کی رہبری کرنی تھی۔ امام ہر ایک معاملہ اور مرحلہ میں خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، بخوبی غور وخوص کرتے اور بڑے منظم طریقہ سے پایۂ تکمیل کو پہونچاتے اور ہر ایک کام کو خواہ وہ سیاسی ہو یا سماجی یا کوئی دینی مسئلہ ہو یا روزمرہ کے امور ہوں ان کے لئے پہلے سے وقت مقرر کرتے اور اسی کے مطابق عمل کرتے۔

آپ کی شخصیت کی ایک اور خصوصیت مردم شناسی ہے۔ آپ کو دوستوں اور دشمنوں کی خوب پہچان تھی، اور جب کوئی خاص موقع سامنے ہوتو ان حالات میں دشمن اور دوست کی

پہچان رکھنا بہت ضروری ہو جاتا ہے چنانچہ انقلابی تحریک کے آغاز میں ہی امام نے جان لیا تھا کہ اسلام دشمن عناصر کون کون سے ہیں انہیں کس طرح بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔

ایک اور خصوصیت جس نے امام کی کامیابیوں کو دوام بخشا وہ ہے ان کا صبر۔ حالانکہ کسی شخص کا انقلابی ہونا اور اس میں صبر کا پایا جانا یہ دونوں متضاد صفات ہیں لیکن یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ یہ دونوں صفات امام میں بدرجہ اُتم موجود تھیں۔

مستضعفین سے عشق اور سرمایہ داروں دولت کے متوالوں سے نفرت بھی آپ کی شخصیت کا ایک خاص عنصر ہے۔ امام کے سامنے تاریخ اسلام کی زندہ مثال موجود تھی اس کے علاوہ انقلاب اسلامی تحریک میں جن لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا حتی کہ اپنی جانوں تک کہ پرواہ نہیں کہ وہ یہی کمزور اور مستضعفین تھے، جو ثروتمند طبقہ تھا وہ سماجی برائیوں اور اخلاقی کمزوریوں کا شکار کسی بھی قسم کی تبدیلی نہیں چاہتا تھا۔

ایک دوسری خصوصیت امام میں اپنے مقصد میں اعتقاد راسخ تھا ان کا کہنا تھا کہ اگر انسان کسی مقصد کو حاصل کرنے کا ارادہ کرلے اور صحیح راہ کا تعین بھی کرلے تو اسے اس کے مقصد میں کامیابی ملنا یقینی ہے۔

آپ کی وفات ۳/جون ۱۹۸۹ کو ہوئی۔

وہ پھونک دی ہے زمانے میں روح بیداری
کوئی نہ سوئے گا غفلت کی نیند دنیامیں
صدا یہ غیب سے آئی کہ مطمئن ہوکر
خمینیؒ سوئے آکر بہشت زہرا میں

حوالے:

۱۔ کتاب ازسخنان امام ج ۱۵ ص: ۲۶۰

۲۔کتاب ازسخنان امام ج ۱۵ ص : ۲۶۰

منابع ومآخذ:
۱۔جایگاونقش زن: گردآوری وتنظیم دفتر پژوھش ادارہ کل فرھنگ وارشاد اسلامی استان تہران
۲۔دیوان امام
۳۔شرحی بروصیت نامہ سیاسی الٰہی امام خمینیؒ (جلد ۱) احمد آذری قمی
۴۔مجموعہ آثار یادگار امام (جلد ۱) حاج سید احمد خمینیؒ
۵۔امام خمینیؒ شاعرعرفانی از دکترنسیم شاہد
۶۔حضور (فصلنامہ فرھنگی، تابستان ۱۳۷۴)

قناعت وسادہ زیستی امام خمینیؒ

ڈاکٹر نسیم شاہد

ایران کا اسلامی انقلاب، تاریخ کا ایک ایسا روشن وتابناک باب ہے، جس سے ملت اسلامیہ کی آنے والی نسلیں، اپنی دنیا وآخرت بنانے کے لئے سبق حاصل کرسکتی ہیں، اور اپنی زندگی میں خود اعتمادی، خود داری، حریت و آزادی، یقین وایمان کی نہ بجھنے والی شمع روشن کرسکتی ہیں۔ اور وہ راہ مستقیم پاسکتی ہیں۔ جس پر چل کر آج تک کوئی راہ رونہ بھٹکا، نہ بھولا، نہ بے راہ ہوا۔ بلکہ منزل پر پہونچنے تک، خود منزل ہی اس کی راہ نمائی کرتی رہی، اور شوق منزل دلاتی رہی۔

راستی سیدھی سڑک ہے جسمیں کچھ کھٹکا نہیں
کوئی رہرو آج تک اس راہ میں بھٹکا نہیں

ان ہی راہروان منزل میں سے ایک راہ رو، ایک راہ بر، ایک راہ نما جناب آیت اللہ روح اللہ خمینیؒ بھی ہیں جنہوں نے پوری طرح رسول اللہ کا دامن ہرکوشش وہر جدوجہد کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان رکھا۔ یہ بات کہنے میں جتنی آسان اور سہل ہے، عمل میں بہت ہی مشکل ترین عمل ہے۔ اچھے اچھے پہاڑ جیسی عظمت وبزرگی جتانے والوں کا پتہ پانی ہوجاتا ہے ایسے حالات میں جن سے موصوف دوچار ہوئے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے، انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے، عرفان محبت عام نہیں

عرفان محبت بہت بڑی دولت ہے اور یہ دولت ہر ایک بندے کونہیں ملا کرتی۔

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں۔

یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

محبت اصل میں مخمور وہ راز حقیقت ہے

سمجھ میں آگیا ہے اور سمجھایا نہیں جاتا

یہ عرفان کی قیمتی دولت کسی بازار میں نہیں ملتی نہ کسی سے مستعار لی جاسکتی ہے، لیکن اللہ نے یہ قیمتی سرمایہ علامہ موصوف کو وافر مقدار میں عطا کیا تھا ان کی تحریروں، تقریروں میں خواہ نظم ہو یا نثر، اور سب سے زیادہ عملی زندگی میں ان کی معرفت نمایاں ہے، اسی طاقت وقوت کے سہارے جن جاں سوز حالات سے کامیابی کے ساتھ گذرے، کوئی اس ہمت اور بلند حوصلگی سے ان حالات میں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ مگر یہ ہر سختی وہر ابتلا کے بعد اور زیادہ عزم وارادے کے ساتھ کھڑے رہے۔ یہ سب مولا کا خاص کرم اور فضل تھا ان پر۔ اللہ نے اپنے بندے کو خاص اسی کام کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور انھیں بھی اس تقرری کا احساس تھا۔

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کون ہے جو اپنی زندگی عیش وآرام سے گذارنا نہیں چاہتا؟ اللہ کی نعمتوں اور سہولتوں سے فائدہ اٹھانا کس کو برا لگتا ہے؟ کون اپنی زندگی میں بے چینیاں، پریشانیاں اور قید وبند کی صعوبتیں چاہے گا؟ آنکھوں دیکھتے کون موت کو گلے لگانے پر تیار ہوگا؟ مگر ہم لوگ غور فکر کریں تو سمجھیں کہ یہ ابتلا اور آزمائش بھی بڑے نصیب والوں کے حصے میں آتی ہے۔ یعنی جو باوفا ہیں وہی آزمائے جاتے ہیں۔ امتحان میں تو اسی کو بیٹھنے کی اجازت ملتی ہے جس نے امتحان کی تیاری کی ہو؟ علامہ خمینیؒ نے سن شعور سے ہی اس امتحان کی جو تیاری کی تھی وہ آج کسی سے پوشیدہ نہیں ہے آپ کی عمر صرف پانچ ماہ تھی جب آپ کے والد سید مصطفیؒ کو شہید کردیا گیا موصوف بڑے پائے کے عالم تھے اور اپنے وطن عزیز کی آزاد کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ

لیتے تھے۔ سمجھ آنے پر ہر باب کی ظالمانہ طریقے پر شہادت نے معصوم دل دماغ پر کیا کیا اثرات مرتب نہ کئے ہوں گے؟ اس ننھے سے ناتجربہ کار مجاہد نے کیا کیا منصوبے اپنے ذھن وفکر میں نہ سجائے ہوں گے؟ آنے والے وقت کی غیر متزلزل اور مسلسل جدوجہد گواہ ہے کہ یہ خاکہ اور یہ نقشہ یہ پلاننگ اتفاقی نہیں ہے، بلکہ برسوں کی سوچ اور پھر ایک ٹھوس حکمت عملی اس کے پیچھے کارفرما رہی ہے۔ آپ نے اپنے ذھن میں جو ہدف اور نصب العین بنایا تھا اس سمت برابر عمل پیرا رہے۔ شاہ اور شاہ کے سرپرستوں کی طرف سے جو مظالم اور ناقابل بیان سختیاں کی جاتی رہیں، ان سب کو برداشت کرتے اور سہتے ہوئے، راہ عاشقان پر پیش روی جاری رکھی اور پھر قائدانہ بصیرت کے ساتھ، علماء کی صف سے آگے بڑھ کر شاہ اور دنیا کی سب سے بڑی طاقتوں امریکہ اور روس کو بہ بانگ دہل للکارا، اور اس زبان میں بات کی، جس میں اب تک کسی عالم دین نے نہیں کی تھی۔ اس خداداد فراست اور حکمت نے دشمن دین پر خاطر خواہ اثر مرتب کیا اور وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حکومت وقت نے اپنے بنائے ہوئے قانون کو واپس لے لیا، اور فوری طور پر عمل درآمد روک دیا۔ اس بڑی کامیابی سے جہاں شاہ اور بڑی طاقتوں کے خلاف علماء اور عوام کے حوصلے بلند ہوئے وہیں علامہ خمینیؒ پر خواص وعوام کا اعتماد اور زیادہ مستحکم ہوا۔

تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام اور پیروان پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرداً فرداً اور اجتماعی طریقے پر صراط مستقیم پر چلتے ہوئے دنیا سے ظلم وناانصافی جہالت وشیطنت کو ختم کرنے کی بارہا کامیاب کوششیں کی ہیں۔ اور آنے والوں کے لئے اپنے نقش قدم چھوڑے ہیں لیکن اس طرف کئی صدیوں سے ایمان وعمل میں کمزوری کے باعث اور مادی طور پر مغربی قوموں کی حیران کن ایجادات کی وجہ سے امت مسلمہ میں ایک طرح کی پستی کم ہمتی اور جمود طاری ہوگیا ہے۔ اسلامی ممالک بڑی طاقتوں کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ہیں اور ایک سناٹا سا طاری رہا ہے لیکن دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وقت کے اس موسیٰ نے بہ یک وقت کئی

فرعونوں کو شکست فاش دی اور اس آسمان کے نیچے ساری طاقتیں ایک اللہ کی طاقت کے آگے ناکام ہوگئیں۔ سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور ایک بوریا نشین نے اپنے پروردگار کے حکم سے بڑی طاقتوں کو میدان سے بھاگنے پر مجبور کردیا۔ مگر آپ جانتے ہیں یہ سب ہوا کیسے؟

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

آپ کو دنیاوی مال ودولت سے تعلق نہ تھا کبھی دل میں مال ومتاع جمع کرنے کا خیال نہیں آیا، خیال تھا تو صرف سرمایہ' آخرت کا جس کے لیے آپ نے زندگی کی ساری خوشیاں ترک کردیں آپ کو خیال تھا تو صرف اپنے محبوب حقیقی کے روبرو، سرخرو ہونے کا ایک جگہ فرماتے ہیں۔

''اس خدائے قوی ودانا کی قسم جس نے ستم رسیدہ مسلمانوں کا غم مجھے بخشا اور خلافت کی عظیم ذمہ داری کا بار میری گردن پر رکھا ہے۔ اگر خوف خدا نہ ہوتا تو جس قدر جلد ممکن ہوتا اس سرکش سواری کی لگام اس کی پشت پر رکھ دیتا دنیا کی طرح اسے بھی طلاق دے دیتا اس وقت تمہیں یقین ہوتا کہ تمہاری دنیا میری نگاہ میں مردار سے بھی زیادہ حقیر ہے۔''

آپ میں حد درجہ سادگی موجود تھی، اتنے بڑے مشن میں کامیاب ہونے کے باوجود اور اتنی عظمتوں کے باوجود آپ کا معمول زندگی ورہن سہن کا معیار بہت ہی معمولی اور سادگی وانکساری سے لبریز تھا۔ آپ نے کبھی بھی شان وشوکت کو پسند نہیں کیا دوسروں سے بھی ہمیشہ فرماتے رہے کہ:

'' خود کو سادگی کے ساتھ جینے کا عادی بنایئے اور دل کو مال ومتاع اور مقام ومرتبہ سے وابستہ نہ کیجئے عیش پرستی اور فضول خرچی کی زندگی کے ساتھ انسانی اور اسلامی اقدار کو نہیں بچایا جاسکتا ہے۔ معنویات اسلام کی بنیاد ہیں۔ معنویات کم کیجئے۔ اگر ہم استقامت وپائیداری اختیار

کریں تو خدا کی تائید ہمارے شامل حال ہوگی۔"

ہمارے سب کے آقا ومولا جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور سارے ہی انبیاء اسی مشن پر آئے کہ دنیا سے ظلم جہالت اور نا انصافی کا خاتمہ ہو اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑا جائے۔ علامہ خمینیؒ بھی اپنے مولا کی طرف سے اسی مشن پر مقرر کئے گئے تھے پھر دیکھئے کہ اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری زندگی کیسے مضبوطی سے قائم رہے اپنی پوری زندگی سادگی و قناعت کے ساتھ گذاردی باوجودیکہ آپ کا خاندان اور گھرانہ ایران کے معزز اور کھاتے پیتے خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ چاہتے تو بڑے عیش وآرام سے زندگی گزار سکتے تھے لیکن آپ کو معلوم تھا کہ عیش کی زندگی اللہ سے غافل کردیتی ہے اور جو اللہ سے غافل ہوا وہ بندوں کی کیا خبر لے گا عیش کی زندگی ظلم اور ناانصافی کو جنم دیتی ہے ایسے لوگ دوسروں کا گھر اجاڑ کر ہی اپنا گھر بساتے ہیں۔ آج کل دنیا میں علی الاعلان یہی ہورہا ہے کہ دوسروں کا گھر اجاڑ کر اپنا گھر بسایا جارہا ہے اور پوری دنیا دیکھ رہی ہے لیکن کسی میں ہمت نہیں اللہ کی سنت ہے کہ جب ایسا دم گھٹنے والا ماحول ہوجاتا ہے تو اللہ اپنے کسی بندے کو بھیجتا ہے... دنیا کو پھر ایک اور خمینیؒ کا انتظار ہے۔

❀❀❀❀

اُردو ترجمہ

منتخب اشعار عرفانی

امام خمینیؒ

عید نوروز

باد نوروز سے سرمست ہیں کوہ و صحرا
زیب تن عید کی پوشاک کریں شاہ و گدا

بلبل سدرہ نشیں بھی نہیں پہونچا اس تک
صوفیاء وعرفا نے نہیں دیکھا وہ دشت
جائیں سب دشت میں یا سوئے چمن عید کے دن
شاہ و درویش کو نوروز مبارک ہو، مگر
گر در پیر خرابات کا رستہ مل جائے

اسی مطرب پہ میں نازاں ہوں جو ہے قبلہ نما
دست مطرب سے ملے مے، تو ملے راہ صفا
میکدے ہی میں لگاؤں گا میں رخ سوئے خدا
یاد دلدار کرے آکے در میکدہ وا
سر کے بل طے کروں یہ راہ میں قدموں کی جگہ

نہ ملا اس کا پتہ، ٹھوکریں کھائیں برسوں
اہل دستار کی صف میں بھی نہ کچھ ہاتھ آیا

حسن اختتام

اٹھ اور مے بھر دے ساقیا ہمارے جام کو
جو دل سے دور پھینک دے ہوئے ننگ ونام کو
وہ مے انڈیل جام میں روح کو فنا کرے
نکال دے وجود سے فریب و مکر و دام کو

خودی سے جو رہا کرے، زمام دل کو تھام لے
گرا دے نظروں سے خیال منصب ومقام کو
وہ مے جو بزم میکشان اجنبی کے درمیاں
کچل دے جذبہ رکوع وسجدہ و قیام کو
حریم قدس گلرخاں سے رہنا دور ہی کہ میں
جدھر سے آؤں کوئی گل سنبھال لے لجام کو
میں جارہا ہوں بزم بیخودان بے خبر میں اب
نکال آؤں ذہن سے ہر ایک فکر خام کو
تو قاصد سبک روان بحر موت ، پیش کر
امیر بحر پر ہماری مدحت و سلام کو
یہ نقش تہ بہ تہ عدم کیا ہے ختم جام پر
کہ دیکھے پیر دیر میرے حسن اختتام کو

❀❀❀❀

شرح جلوہ

کس کی آنکھوں نے نہ دیکھا رخ زیبا تیرا
گوش ہر ہوش سنا کرتا ہے نغمہ تیرا

خوان نعمت سے ترے ہے متنعم ہر ہاتھ
شوق ہر دل ہے کہ پالے اثر پا تیرا

راہی عشق ہوں کیا خرقہ ومسند سے غرض
نقد کونین نہ لے عاشق بینا تیرا

کھوٹے سکوں سے نہ لے مول قد سرو قد اس
خواب میں دیکھا ہے جس نے قد رعنا تیرا

جس کا تو قبلہ نہیں، رخ وہ کرے کس جانب
کہ حرم میں تو نہیں مسکن وماویٰ تیرا

بزم عشاق تو ہرجا ہے کہ ہر جا ہے تو
کور دل ہے نہ ملے جس کو ٹھکانہ تیرا

اور کیا دیکھ ہی سکتی ہے زمانے کی نگاہ　　خم ابرو ترا یا گیسوئے دوتا تیرا
واکیا عشق کا دربند کیا عقل کا در　　سر میں جس کے بھی سماتا گیا سودا تیرا

توڑ دوں لوح وقلم مجھ سے یہ ہو سکتا ہے
یہ نہیں ہوگا کہ سمجھا سکوں جلوہ تیرا

❁❁❁❁

آفتاب نیمہ شب

اے سراپا لطف ! اے پردہ نشین وبے حجاب
لاکھوں جلوے ہیں ترے پھر بھی ترے رخ پر نقاب

آفتاب نیمہ شب اے مہ نصف النہار　　اختر دور از نظر، بالا زماہ وآفتاب
مہر سایہ ہے ترا کہاں طلایہ دار ہے　　گیسوئے حور خباں ہے تیرے خیمے کی طناب

تیری حسرت میں ہیں سوزاں جان ہائے قدسیاں
حوریاں خلد کے دل تیری فرقت میں کباب

تو جلالت کا فسانہ ، تو نمونہ حسن کا　　تو ہے بحر بیکراں اور عالم امکاں سراسب
کیا یہ ممکن ہے کہ ڈالے اک نگاہ نیم وا　　تا سفر آسان ہو میرا سوئے دار الحساب

حسن دل آرا ہے تیرا حسن بخش روئے حسن
اور ترا غمزہ ہے عزرائیل ہر شیب و شباب

کردیا مجھ کو خراب ایمائے چشم دوست نے　　دوجہاں کی ساری آبادی فدائے ایں خراب

❁❁❁❁

سخن دل

وہ عاشق جمال ہے عیاں ہے اس کے رنگ سے
وہ بے نیاز دل ہے لگ رہا ہے قلب تنگ سے
وہ نرم ہو نہ پائے گا کسی کی نرم بات ہے
یہ بات آشکار ہے اسی کے قلب سنگ سے
کبھی بھی دوست باب صلح سے نہ باہر آئے گا
سمجھ گئے ہم آج اس کی ہر ادائے جنگ سے
بتا رہا ہے روئے سرخ پی ہے اس نے آج سے
وہ مست ہے یہ لگ رہا ہے دیدۂ قشنگ سے
وہ آج رات قتل عاشقان کا عزم ہے کیے
نہ مجھ سے پوچھئے یہ پوچھ لیجئے خدنگ سے
نہیں عیاں کرے گا ''ہندی'' اس کے راز عشق کو
میں کیا کروں، یہ راز خود عیاں ہے اس کے رنگ سے

❀❀❀❀

مذہب رنداں

جس کا دل ہو بے نیاز دو جہاں درویش ہے
جو ہو بے پروائے مخفی وعیاں، درویش ہے
خانقاہ وخرقہ سے ہے مذہب رنداں الگ
جوہوان دونوں سے بیزاری کناں درویش ہے
وہ نہیں درویش جو پہنے درویشی کلاہ

بلکہ آزاد سر و دستار وجاں درویش ہے
بزم ذکر آراستہ مت کر، کہ ہے ذاکر تو یار
جو کوئی پہچان لے ذاکر کو، ہاں درویش ہے
جو ہجوم عام میں دعوائے درویشی کرے
وہ حقیقت میں نہ باور د زباں درویش ہے
خواہش دل سے کوئی صوفی ' بنے درویش اگر
اپنی خواہش کا وہ بندہ ہے کہاں درویش ہے

❀❀❀❀

قبلہ محراب

خم ترے ابروئے کج کا قبلہ محراب ہے
تاب گیسومیرے درد دل کا پیچ وتاب ہے
اہل دل کے واسطے بھی ہوں جو آداب دعا یاد دید زلف و رخ منجملہ آداب ہے
جب بھی دیکھا ہے حریفوں کو تو سب باہوش تھے
حلقہ رنداں میں بیداری بھی میری خواب ہے

مدعی علم وعمل کے بحر میں ہے غوطہ زن مستی و بیہوشی رنداں مرا گرداب ہے
ہر کوئی اپنی خطا پر چاہتا ہے مغفرت
بندگی میں دوست میرا غافر و تواب ہے

عشق کا رستہ نہ چھوڑوں گا قسم معبود کی تیرا عشق رخ ہمارا جز و خاک و آب ہے
شادی وغم جو مقدر ہے وہ ملنا ہے ضرور
مایۂ عشرت مرا جام شراب ناب ہے

خرقہ تزویر

ہم ہیں اور خرقہ تزویر ہے اور کچھ بھی نہیں
دورخی پاؤں کی زنجیر ہے اور کچھ بھی نہیں

خود پسندی وخود اندیشی وخود بینی سے
جاں ہی کیا روح زمیں گیر ہے اور کچھ بھی نہیں

آہ کیا لے کے گئے بارگہ دوست میں ہم
سر بسر نامہ تقصیر ہے اور کچھ بھی نہیں

رخ زمانے سے پھرایا ، کیا میخانہ پسند
دل مرا بستہ بہ تقدیر ہے اور کچھ بھی نہیں

پیش درویش نہیں گر صفت درویشی
وہ ہے اور خلق کی تحقیر ہے اور کچھ بھی نہیں

بے صفا گرکوئی صوفی ہوتو اس کا قبلہ
در مرد زر وشمشیر ہے اور کچھ بھی نہیں

عالم اخلاص نہ رکھتا ہوتو پھر علم اس کا
''پردہ برعقل'' کی تفسیر ہے اور کچھ بھی نہیں

بس کتابیں ہی جو عرفان کی پڑھ لے عارف
قید ی لفظ و تعبیر ہے اور کچھ بھی نہیں

❁❁❁❁

پرواز جاں

کوئی رستہ جو سوئے دلبر ہوجائے
مری سوئی ہوئی قسمت مری دمساز ہوجائے

نسیم صبح کو رستہ ملے گر کوئے دلبر میں
دل افسردہ گر اس سرو کا ہمراز ہوجائے

جونے درد دل عشاق کا احوال بتلائے
جو غمگین کا دل غمدیدہ ہم آواز ہوجائے

ترس آجائے مور ناتواں پر گر سلیمانؑ کو
جو اہل دل کی محفل میں وہ سرافروز ہو جائے
اسی کے در پہ سر رکھ دوں قدم پر اس کے جاں دے دوں
اگر در کھول دے اور بے نیاز ناز ہو جائے
مرے سر پر ہو تو سایہ فگن اے سرو زیبائی
کہ دنیا سے مری جاں مائل پرواز ہو جائے

❁❁❁❁

قبلہ عشق

بہار ہے در میخانہ باز لازم ہے
بسوئے قبلہ عاشق نماز لازم ہے
نسیم قدس نے عشاق باغ سے یہ کہا
کہ دو جہاں سے رہو بے نیاز لازم ہے
نہیں پہنچتا ہے دامان سرو تک مرا ہاتھ
بہ بید عاشق مجنوں، نیاز لازم ہے
ہے غم جو دل میں مرے عشق گلعذاراں کا
دوا بہ جام مئے چارہ ساز لام ہے
نہیں پہنچتا ہے دامان بوستان تک ہاتھ
نظر بہ سرو قد سرفراز لازم ہے

❁❁❁❁

دلجوئی پیر

ہاتھ چومو شیخ کے، اس نے مجھے کافر کہا
محتسب کو دو دعا جس نے رسن بستہ کیا
ہوں در پیر مغاں پر معتکف، جس نے مجھے
دے کے اک ساغر دو عالم سے مرا دل بھر دیا
آب کوثر پی کے میں احسان رضواں کا نہ لوں
تیرے عکس رخ نے مجھ کو حاکم دوراں کیا
پردۂ سراز ل اٹھا ہے اس کے ہاتھ سے
میری قسمت سے مجھے درویش نے واقف کیا
پیر میخانہ نے اپنے ناخن تدبیر سے
کرلیا مجھ کو مسخر کر دیا مجھ کو فنا
پیر میخانہ نے کی اس درجہ دلجوئی مری
مجھ کو یکسر خود مری ہستی سے غافل کر دیا

❀❀❀❀

اسرار جاں

ہے پیر میکدہ رستہ میں آنے والا ہے — گل شگفتہ ہے اک ساتھ بلکہ غنچہ ہے
وہ باغ یمن کا غنچہ جو دوست کی جاں سے — جہاں کہیں دل آگاہ ہو، مہکتا ہے
بہ موئے عطر فشاں اور بارخ شاداب — گزر کے خیمہ سے محفل تک آنے والا ہے
ہے خطہ اس کا حقیقت تو خیمہ اس کا مجاز — وہیں سے خلوت دل میں پہنچنے والا ہے

ترانہ ملک جنت سدا گلزار
کبھی کبھی دل میخوار سے ابھرتا ہے

دھواں جو اٹھتا ہے سرمست مے کے سینہ سے — بہ اشک و آہ دل پیر تک پہنچاتا ہے
اٹھالے دل سے مرے ہاتھ اب کہ نالہ مرا — نکل کے دل سے سر شاہ پر برستا ہے
غم فقیر وہ ماہی سے تابہ ماہ گیا — اسی سے سینہ مہ داغ داغ ہوتا ہے
کمان ابروئے دلدار میں وہ جادو ہے — کہ راز دل کی کمیں گاہ تک پہنچتا ہے

❁❁❁❁

راز نہاں

افسانہ غم میرا اک راز نہانی ہے
سمجھے گا وہی اپنی ہستی سے جو فانی ہے
خم طرہ گیسو کا تیرے نہ ملا مجھ کو
پائے گا وہی جس نے مرضی تری جانی ہے
ہاں اور بھی اک ساغر میخانہ کے خم سے دے
اس میکدہ میں ساقی "نہ" ایک کہانی ہے
دلدار کا دلدادہ ساقی کا شریک غم
اک رندہ ہے، وہ بھی جو بے نام ونشانی ہے
ہوں پیر مگر تیری زلفوں کی قسم مجھ کو
ہوں دور ترے در سے عشوہ گر ہر جائی
حسرت ترے چہرے کی پیغام رسانی ہے
کوچہ میں ترے آئیں اور جائیں جو گلہ ہاں
ہوجاؤں میں گلہ ہاں اب دل میں یہ ٹھانی ہے

❁❁❁❁

خضر راہ

یہ کیا ؟ کہ میکدہ تیری گزار گاہ ہوا
ہمارا نالہ دل تو نہ خضرراہ

بساط گاہ تری اور خرابہ درویش ؟
خدانخواستہ، کیا تجھ کو اشتباہ ہوا

صفا وہ دل کو عطا کی ہے تیری آمد نے
حصیر فقر ترے دل سے کاخ شاہ ہوا

تھی دود آہ سے جس رات سخت تاریکی
سفیر نور سحر تیرا روئے ماہ ہوا

کہو یہ شیخ سے اس رات وعدۂ جنت
مرے نصیب میں " تو چاہ یا نہ چاہ ہوا

تو شاہ بزم جمال اور "ہندی" بے دل
وہ جو بھی کچھ ہے ترا خاک بارگاہ ہوا

دعویٰ اخلاص

تو آدام زادہ ہے کیوں بھول بیٹھا علم الاسماء
کہاں ہے "قاب قوسین" اور کدھر ہے تیرا "اوادنیٰ"

یہ فریاد "انا الحق" بر فراز دار کیا معنی ؟
اگر تو حق طلب ہے، کیا ہوئی "انیت دانا"

الگ کردے یہ خرقہ ہے اگر تو صوفی صافی
گئی تیری کدھر وہ دم زنی بابوق وباقرنا
قلندر زہد مت بیچ، آبرو اپنی نہ ضائع کر
تو زاہد ہے تو بتلا کیا ہوا ''اقبال بردنیا''
ہماری بندگی خوب اگر سوداگری ٹھہرے
تو کیا دعوئ اخلاص، باایں خود پرستی با
یہ دھندہ چھوڑ دے زاہد! نہ دے اپنی طرف دعوت
سنا ہے میں تیرا ''لاالہ'' ''کیا ہوا'' الا؟
ادیب کم نظر! بس توڑ دے یہ لک آلودہ
دل آزاری ذرا کم کر، خدا سے کیوں ہے بے پروا

❀❀❀❀

جلوۂ جمال

قصۂ کو تاہ یار آیا
با گیسوئے مشک بار آیا
در کھول دیا، نقاب الٹی بے پردہ وہ دیکھو یار آیا
کوئی نہ تھا ساتھ اکیلا آیا یکتا وغریب وار آیا
درغیروں پہ بند کرکے بیٹھا یعنی پے یار غار آیا
میں کھوگیا اس کے حسن رخ میں وہ جلوہ گر از کنار آیا
پردے کو اٹھا کے درمیاں سے تابرسرے گسار آیا
صبح شب قدر کے عقب میں خورشید رخ آشکار آیا
شمعوں کو بجھا سحر ہوئی ہے خورشید جہاں مدار آیا

رکھ دے یہ قلم ہٹا یہ دفتر
قصۂ کوتاہ یار آیا

❁❁❁❁

جام جم

کہو گلرخوں سے ہم اہل عشق ہیں، بے دل وغم اسیر ہیں
کریں دستگیری بیدلاں، نگہ کرم کے فقیر ہیں
کسے جا دکھائیں یہ درد دل، کہیں اور جس کی دوا نہیں
تو ہی اپنا دست کرم بڑھا کہ جو موت آئے تو میر ہیں
تو ہماری بزم میں آ کبھی، کبھی دل پہ تیر نظر چلا
کبھی دیکھ آ کے غلط روی، کہ ہم آب وگل سے خمیر ہیں
ہمیں تاجران اجل تو ہیں، ہمیں یار گلبن وبرگ کے
وہ جو رند ہیں نہ برہنہ پا؟ وہ ہمارے دل کے بصیر ہیں
وہ جو مے فروش ہیں پاک ہیں، وہیں دل خروش ہیں مست ہیں
وہی بند گوش ونظر کیے، وہی پیر پاک ضمیر ہیں
اٹھا سامنے سے یہ جام مے، نہ لے نام جم نہ لے نام کے
یہ تو زادہٗ مہ وسال ہیں، یہ ہماری طرح اسیر ہیں

❁❁❁❁

دریائے فنا

تیرے کوچہ میں رہوں، یہ مرا عزم دل تھا
جو بھی گزرے وہیں گزرے، یہ مرا حاصل تھا
حلقۂ زلف سے تیرے وہ گرہ کھل جائے جس کا کھلنا بڑا مشکل ہے، سدا مشکل تھا

کل ترے ہجر میں ظلمت کدہ میرا دل تھا
تذکرہ تیرا بس اک روشنی محفل تھا
دوست سب مے زدۂ و مست وخراب وبیہوش
بے نصیب اک وہی جو میری طرح جاہل تھا

جس نے ہر قید کو توڑا، وہ ظلوم اور جہول
اور جو خود آپ سے اور غیر سے بھی غافل تھا
اہل دل کے لیے ہے علم، فقط ایک حجاب
اس سے باہر جو نکل آیا وہی جاہل تھا
غوطہ زن شوق سے دریائے فنا میں عاشق
بے خبر وہ جو بظلمت کدہ ساحل تھا
عشق کے ساتھ چلا حوزۂ عرفاں سے جو میں
دیکھا، جو کچھ بھی پڑھا یا گیا، سب باطل تھا

❀❀❀❀

مستی نیستی

محضر شیخ میں کچھ تذکرہ یار نہیں
خانقاہوں میں بھی اس کے کہیں آثار نہیں

مسجد ودیر وکلیسا وکنیسہ دیکھا
کسی گوشہ میں وہاں خانہ دلدار نہیں
ساغرمے میں ہے جو راز نہاں، اہل خرد!
کیا کہیں تم سے ہمیں جرات اظہار نہیں
جو غم عشق نہاں سینہ میخوار میں ہے
پیش ارباب خرد لائق اظہار نہیں
اپنے راہی کے لیے رمز ہے اک، عشق کی راہ
آشنا اس سے جہاں میں کوئی ہشیار نہیں
نیستی کی ہے، مری جاں میں جو مستی اس سے
داد گاہوں کو کہیں جرات انکار ہیں
راہ مستاں پہ چل اور ہوش میں آنا نہ کبھی
کہ صف ہوش وراں لائق دیدار نہیں

❀❀❀❀

روئے یار

کس راستہ پہ چل پڑے یہ عاشقان زار
ہے راہ بے کنار، کہاں رکھ رہے ہیں بار
جائیں یہ جس طرف سر کوئے نگار ہے
رکھ دیں جہاں بھی بار، وہیں ہے در نگار
ساقی کو ہر جگہ نہیں پہچانتے ہیں یہ
یہ جام لیں، مگر جو بڑھے خود ہی دست یار
ساقی کے عشق رخ میں یہ جشن و سرور ہے
ہے اس کے ہجر وصل میں سب زاری و نزار
کھلتے ہیں نور رخ سے اسی کے چمن میں گل
ہے یاد سرو قد میں یہ سب خندہ بہار
دیدار رخ حجاب کے ہوتے کہاں نصیب؟
بارے اٹھا نقاب دکھا روئے گلعذار

❀❀❀❀

بادۂ ہوشیاری

لے جام اور یہ جامہ زہد وریا اتار
محراب کردے شیخ ریائی کو واگذار

جا پیر میکدہ کو سنادے ہمارا حال
اک جام دے کے دور کرے سر سے یہ خمار
کشکول فقر ہم کو سر افتخار ہے
اے یار دلفریب! بڑھا اور افتخار
ہم ریزہ خواہ صحبت رند فقیر ہیں
اک غمزہ سے نواز دل پیر جیرہ خوار

ذکر رقیب زہر ہے ، یہ ذکر بند کر یہ زہر کیوں نہ ہو کہ ہے یہ سانپ گنڈے دار
بوس وکنار یار نے بخشی مجھے حیات اب ہجر میں نصیب نہیں بوسہ وکنار
دے دو یہ پیر میکدہ کو انتباہ غم
ساقی نے جام دے کے کیا مجھ کو ہوشیار

❀❀❀❀

عروس صبح

یہ شب جو میری بانہوں میں ہے صورت عروس
رکھنا نہ ایسے وقت دریغ از کنار و بوس
اے شب ! عروس صبح کو بانہوں میں بھینچ لے
امشب کہ تنگ بانہوں میں خفتہ ہے یہ عروس
ہر گز نہ اپنے لب لب شیریں سے میں ہٹاؤں
آنے دو بانگ صبح کو، آئے صدائے کوس
خورشید آ نہ جائے ، رہ صبح بند کر
ہوگی نہ آج اذان اڑا دو سر خروس
امشب کہ میرے حال پہ وہ مہربان ہے
محرومیوں کا اپنی نہیں مجھ کو کچھ فسوں

❀❀❀❀

آتش فراق

جو ہے حامل دل باختہ یہی بل ہے اس کے نیاز میں
یہ بعید ہے کہ وہ ناکسوں کو شریک کر سکے راز میں

کہاں اہل ہوش وخرد کو ہے مرے سوز عشق کی کچھ خبر
کہاں یہ دماغ کہ جھانک لیں درصحن سوز وگداز میں
نہیں یار عربدہ ساز نے اگر اپنے کوچہ میں راہ دی
رہو مست اپنے نیاز میں اُسے محور ہنے دو ناز میں
ذرا یار سے کوئی جا کہے دل سوختہ کی خبر تو لے
ہے علاج سوزش عاشقاں تری چشم بندہ نواز میں
جلے ہم تو آتش ہجر میں، و جگر پہ مرہم لطف رکھ
کہ ہے آبشار کرم ترا، ترے دست عشق نواز میں
مراد رد عشق ہے بے دوا، نہیں چارہ ساز ترے سوا
ہے دوا تری نگہ کرم، یہ دوا حرم نہ حجاز میں
مرا کیا نباہ ہو شیخ سے کہ جدا ہیں دونوں کے راستے
میں فدا ہوں اپنے ایاز پر وہ اسیر زلف نماز میں

❁❁❁❁

جلوۂ دیدار

دیکھ ادھر، تشنہ دیدار ہوں میں
رخ دکھا، عاشق رخسار ہوں میں

عشوہ و ناز دکھا کھول زباں — کہ ترا عاشق گفتار ہوں میں
رکھ قدم اپنا مرے بستر پر — میں ہوں دلسوختہ، بیمار ہوں میں
وصل سے کھول میرے دل کی گرہ — جلوہ دکھلا کہ گرفتار ہوں میں
عاشق سر بگریباں ہوں میں — بیخود و مردہ دیدار ہوں میں
قتل کر یا کہ جلا تو جانے — عاشق و یار وفادار ہوں میں

جس کو دیکھو وہ خریدار ترا
اور خریدارِ خریدار ہوں میں

❁❁❁❁

آئینہ جاں

میں درمیکدہ پر بیچ کے جاں، آیا ہوں
اور ٹھکرا کے متاع دو جہاں آیا ہوں
جاں آئینۂ ہستی ہے خبر تھی مجھ کو
اور میں توڑ کے آئینہ جاں آیا ہوں
رازِ ہستی مجھے سمجھا نہ سکا ملک شہود
بہ نہاں خانہ، پئے راز نہاں آیا ہوں
جلوۂ رخ ترا مقصود ہے بے منت غیر
کی ہے طے راہ دراز اور یہاں آیا ہوں
بحر ظلمات میں اے خضر! مجھے راہ دکھا
میں پئے چشمہ آب حیواں آیا ہوں
بند ہوتی ہے مری آنکھ، مجھے ہمت دے
تیرے کوچہ میں بہ چشم نگراں آیا ہوں
شاد و خوشحال ہوا نجام سفر سے ''ہندی''
میں درِ پیر پہ با بخت جواں آیا ہوں

❁❁❁❁

چشم بیمار

خال لب کا ترے اے دوست گرفتار ہوں میں
چشم بیمار کو دیکھا ہے تو بیمار ہوں میں

کوس انا الحق کا بجایا ہے کہ مثل منصور
اتنا بیخود ہوں، خریدار سردار ہوں میں

غم دلدار نے بھردی وہ مری روح میں آگ
جاں سے بیزار ہوں اور شہرۂ بازار ہوں میں

وا رہے میرے لیے میکدہ کا درشب و روز
مسجد ومدرسہ دونوں ہی سے بیزار ہوں میں

جامہ زہد و ریا پھینک دیا اور پہنا
خرقہ پیر خرابات تو ہشیار ہوں میں

واعظ شہر کی باتوں نے ستایا جو مجھے
رند میخوار کا اب ہمدم وہمکار ہوں میں

یاد بتخانہ کروں اب کہ بت میکدہ نے
خواب سے مجھ کو جگایا ہے تو بیدار ہوں میں

❀❀❀❀

آرزوئیں

میں نے سوچا تھا کہ ہوجاؤں میں آدم نہ ہوا
رہوں میں بے خبر حال دو عالم نہ ہوا
خم کروں سرکودر پیر خرابات پہ میں
تاکہ ہوجاؤں میں اس حلقہ کا محرم، نہ ہوا
گھر یہ محبوب کودوں ”خود“ سے میں ہجرت کرجاؤں
تاکہ اسماء کا ہو جاؤں کا ہوجاؤں معلم ، نہ ہوا
دوست کے ہاتھ سے شب بھر میں پیوں بادہ عشق
دل میں لاؤں نہ غم کوثر وزمزم نہ ہوا

بے خبر خود سے رہوں والہ رخسار حبیب
اس طرح ہو کے رہوں روح مجسم ، نہ ہوا

سرو پاگوش رہوں اور سرو پاہوش رہوں
کہ رہوں تیرے دم گرم سے ملہم ، نہ ہوا

راہ اک سوئے فنا مجھ کو صفا سے مل جائے
تا کہ کہلاؤں وفادار مسلم ، نہ ہوا

کعبہ دل سے ہر اک بت کو نکالوں باہر
تارہوں دوست کی نظروں میں مکرم ، نہ ہوا

دفن سب آرزوئیں ہوگئیں اے نفس خبیث !
میں نے چاہا تھا کہ ہوجاؤں میں آدم ، نہ ہوا

❀❀❀❀

جامہ دراں

دل میں حسرت ہے کہ پیمانہ ترے ہاتھ سے لوں
کہاں لے جاؤں یہ غم ، کس سے میں یہ راز کہوں

جان پر، آرزوئے دید میں، کھیلا ہوں میں
آذر اسپند ہوں، پروانہ شمع رخ ہوں

اس کی فرقت سے ہوں اس کنج قفس میں بے جان
لے جا یہ دام کہ آزاد میں پرواز کروں

خبث آلودہ یہ خرقہ یہ مصلائے ریا
در میخانہ پہ ، موقع ہو تو پرزے کردوں

ساغر عشق سے دے یار جو اک جرعہ مے
جان مستی میں الگ خرقہ ہستی سے کروں

ایک غمزہ تو دکھائے تو پلٹ آئے شباب
تو جو چاہے میں آفاق سے حد سے گزروں

❀❀❀❀

بوئے نگار

نالہ کناں ہوں میں غم دلدار ہے مجھے
دل فتنہ گاہ آہ شرر بار ہے مجھے

کہہ یار دلفریب سے جا کر، نقاب اٹھا
تیرے ہی ہجر رخ کا تو آزار ہے مجھے

مجمع میں گلرخوں کے چڑھاؤں گا دار پر
منصور کی فغاں، جو بہت بار ہے مجھے

دے بادہ میرے جام میں ساقی کہ ہجر یار
بارگراں ہے اک، کہ سربار ہے مجھے

کہتے ہو، دوستوں پہ در دوست باز ہے
یہ تازہ آرزو نیا آزار ہے مجھے

سمجھا ہے کیا خرابہ پیر مغاں کو تو؟
بستان یار وہ درو دیوار ہے مجھے

سالک ! رہ سلوک میں پیچھے ہے کس کے تو
ہر کو و کوچہ جلوہ گہہ یار ہے مجھے

❀❀❀❀

شمع وجود

وہ دن بھی آئے گا کہ ہم اس گھر سے جائیں گے
شاخ عدم پہ اپنا نشیمن بنائیں گے
شمع وجود یار سے دل کو لگائیں گے
پروانہ دار بال و پر اپنے جلائیں گے
منہ پھیر لیں گے خانقہ وصومعہ سے ہم
ساقی کے در پہ سر پئے سجدہ جھکائیں گے
صوفی کے وعظ سے نہ ہمیں حال آسکا

گیسو یہ تیرے دام ہیں، دانہ ہے خال لب
آزاد دام ودانہ سے خود کو بنائیں گے
کب جائیں گے نہ جانے اب اس بتکدہ سے ہم
بیگانہ گھر سے پشت کب اپنی پھرائیں گے

❁❁❁❁

شرح پریشانی

میں درد چاہتاہوں، دوا چاہتانہیں
ہوں جستجوئے غم میں نوا چاہتا نہیں
عاشق ہوں میں ترا، ترا بیمار عشق ہوں
لیکن میں اس مرض سے شفا چاہتا نہیں
تیری جفا کو جان کے بدلے خرید لوں
ہرگز میں تجھ سے ترک جفا چاہتا نہیں
میری نظر میں عین وفا ہے تری جفا
بس اس لیے میں تجھ سے وفا چاہتا نہیں
''مردہ'' مرا تو ہی ہے، تو ہی ہے مرا ''صفا''
''مردہ'' کو متصل بہ ''صفا'' چاہتا نہیں
صوفی تو وصل دوست سے اب تک ہے بے خبر
میں ایسے صوفیوں سے صفا چاہتا نہیں
تو ہی مری دعا ہے، تو ہی ذکر ہے مرا
میں کوئی ذکرو فکر و دعا چاہتا نہیں
قبلہ تو میرا تو ہے میں جس سمت رخ کروں
قبلہ سے کہہ میں قبلہ نما چاہتا نہیں

❁❁❁❁

جام ازل

ہم عشق زادہ ومتنبائے جام میں
جاں بازی وخیال بتاں میں تمام ہیں
دلدادہ میکدہ کے ہیں، جاں باز نوش بھی
پیر مغاں کے در کے قدیمی غلام ہیں

ہمخواب یار ہو کے تبہ ہجر یار میں   غرق وصال ہو کے بہ ہجراں مدام ہیں
بے رنگ و بے نوا بھی ہیں، قیدی رنگ بھی   ہم بے نشاں ہیں پھر بھی طلبگار نام ہیں

درویش سے بھی ،صوفی وعارف سے بھی ہے جنگ
پرخاش دار حکمت وعلم کلام ہیں

ممنوع مدرسہ بھی ہیں، مخلوق سے بھی   مہجور اہل ہوش ، طرید عوام ہیں
روز ازل سے ہستی وہستی طلب سے دور   ہمگام نیستی ہیں ، فنا میں تمام ہیں

❁❁❁❁

وادی ایمن

میں صحرا میں اہل نظر ڈھونڈ تا ہوں
ہوں گم کردہ رہ، راہبر ڈھونڈ تا ہوں

نشاں کچھ نہ اوراق عرفاں سے پایا   میں رندوں کے گھر کی خبر ڈھونڈتا ہوں
ثمر بخش سجادہ خرقہ، نہ مسند   گلستان رخ کا ثمر ڈھونڈتا ہوں
میں وادی ایمن میں ایمن نہیں ہوں   بہ وادی ایمن شجر ڈھونڈتا ہوں
میں چھوڑ آیا بت خانہ و جام و مسجد   رہ عشق میں رہ گزر ڈھونڈتا ہوں
میں سوئے 'ہمہ' ہیچ سے جارہاہوں   ہوں لغزاں کوئی ہمسفر ڈھونڈتا ہوں
رہ عشق ہے پر خطر، پر خطرہو   ہوں عاشق رہ پر خطر ڈھونڈ تا ہوں

ہوا آکے اس دیر کہنہ میں بے پر
سفر میں نئے بال وپر ڈھونڈتا ہوں

❁❁❁❁

راز کشائی

بس ''بہت ہو چکی یہ یاوہ سرائی'' بس کر
خود ستائی وخود انگشت نمائی ، بس کر
لب اظہار نہیں کھولتے اہل اخلاص
تو بھی اب چھوڑ یہ ملبوس ریائی ، بس کر
یاد رکھ ، تیری خطا کاریاں حق جاتا ہے
حیلہ گر! چھوڑ دے یہ زہد نمائی ، بس کر
بے خدا کتنی شب روز عبادت کی ہے ؟
مان لی کتنی خداؤں کی خدائی ، بس کر
کر چکا شرک تری روح میں اپنا مسکن
بس کر اب دعویٰ توحید نمائی بس کر
دل شیطاں زدہ اور عشق خدا، کیا مطلب ؟
ہم سمجھتے ہیں تری راہنمائی بس کر

معصیت ایسی عبادت سے کہیں بہتر ہے
میری جان ! چھوڑ دے اب شرک فزائی بس کر
خیل ابلیس سے نسبت نہیں اہل اللہ کو
اے قلم ! خوب ہے یہ راز کشائی ، بس کر

❁❁❁❁

ساغر فنا

جب تک جہاں میں جلوہ ہے تیرے نقش پا کا
جب تک ہے آسماں میں نغمہ تری ندا کا
جب تک کہ جم دمے ہی جب تک ہے عشق و مستی
جب تک ہے دیر و مسجد مرکز تری انا کا
باتوں کا تیری جب تک ہے رنگ اس جہاں میں
جب تک ہے عطر افشاں جھونکا تری ہوا کا

جب تک کہ بولیوں میں شامل ہے تیری بولی
جب تک چھڑا ہے ساز رنگین تری نوا کا
نئے عشق معتبر ہے، نئے عاشقی مؤقفی
جب تک نہ تو بنالے خود کو ہدف فنا کا

❁❁❁❁

شمس کامل

جلد صف بستہ ہو رندو ! رہبرودل آ گیا
دیدۂ دل دید کو منزل بہ منزل آ گیا

شاخ گل پر پرفشاں بلبل ہے اس کے شوق میں
گل بھی اس کے ہجر رخ میں ہو کے بسمل آ گیا

صاعقہ پھر گرنے والا ہے، یہ کہہ دو طور سے
موسیٰ عمراں پئے ابطال باطل آ گیا

شپرہ چشمان تیرہ دل کو دے دو آگہی
کوہساروں کے عقب سے شمس کامل آ گیا

اہرمن والوں سے کہہ دو، فصل گل کو بھول جائیں
بن کے، عہد زندگی ، زہر ہلاہل آ گیا

عرشہ چرخ چہارم سے دم عیسیٰؑ کے ساتھ
دلبر مشکل کشا، حلال مشکل آ گیا

غم نہ کر اے غرق دریائے مصیبت غم نہ کر
نوحؑ دوراں لے کے کشتی بن کے ساحل آ گیا

❁❁❁❁

گلزار جاں

غم دل کس سے کہوں اور کہ غمخوار ہے تو
مجھ سے پھر جائے جہاں پھر بھی مرا یار ہے تو

دل کسی کو نہ دوں اور رخ کسی در کا نہ کروں
جب مرا خواب ہے، جب میرا مددگار ہے تو

راہی کوچہ ترا قافلہ سالار بغیر
مجھ کو کیا غم ہے کہ خود قافلہ سالار ہے تو

رخ چمن کا نہ کروں اور نہ میں گلزار میں جاؤں
تو چمن زار ہے میرا، مرا گلزار ہے تو

درد رکھتا ہوں مگر ہے کوئی پرساں نہ طبیب
شاد دل ہوں کہ مسیحا ہے پرستار ہے تو

عاشق سوختہ ہوں، کوئی مددگار نہیں
میرا موختہ ہوں، کوئی مددگار نہیں

❀❀❀❀

رباعیات امام خمینیؒ کا منظوم اُردو ترجمہ

ایمان

وہ جس کی جگہ ہے نہ فلک پر نہ زمیں پر
کرسی پہ ہے وہ اور نہ وہ عرش بریں پر
ایماں کا نہیں اس کے سوا دوسرا مفہوم
جلوہ وہ دکھاتا ہے دل اہل یقیں پر

عشق

جس میں نہیں تیری یاد ، وہ دل کیا ہے ؟
تڑپے نہ ترے لیے تو جز گل کیا ہے ؟
تجھ تک نہ ملے جانے کا رستہ جس کو
اس شخص کی زندگی کا حاصل کیا ہے؟

❀❀❀❀

قبلہ

بروئے دوست قبلہ ہے میرِی نماز کا
اور عشق دوست ، پردہ کشا دل کے راز کا

دست نیاز کھینچ لوں دونوں جہاں سے
ملجائے گر اشارہ تری چشم ناز کا

پریشان

جب تک ترا برہان پہ تکیہ ہوگا
یا دفتر عرفان پہ بھروسہ ہوگا
تاعمر فراق دوست میں اے غافل !
بیماری دل کا نہ مداوا ہوگا

❁❁❁❁

ہمراز

یہ رات کہ میخانے کے در باز ہیں سب
یاران خرابات ہم آواز ہیں سب
محبوب ہے پاس کس کو پروائے رقیب
غافل ہیں غم ہجر سے ہمراز ہیں سب

ثنائے حق

ذرات جہاں ، بہ حمد حق گویا ہیں
باذکر فصیح ، اسی کے رہ پویا میں

دل کور ہیں ہم جو ان کو سمجھیں خاموش
تسبیح کناں ، بہ حمد حق گویا ہیں

❀❀❀❀

بے قرار

یارو ! دل پر شور و نوا کو دیکھو
طوفان کشندۂ بلا کو دیکھو
غافل ہے مرے دل پراگندہ سے
دیکھو ! دل یار بے وفا کو دیکھو

مہجور

راز کوئی اہل حق سے ، نا اہل نے کیا، انمول لیا؟
مردے ! کیوں زندہ دل بن کر مردے کا منہ کھول لیا ؟
ہوش میں آ اس خواب گراں سے غافل ہے تو اے مہجور !
خواب گراں بیدار دلوں سے کس لیے تو نے مول لیا ؟

❀❀❀❀

دام دل

آیا ہے ، بہ دام شمع پروانہ دل
چھوڑے گا نہ واللہ یہ غم ، خانہ دل
درویشوں کی صف میں نہیں کچھ اس کا مقام
دیوانہ صفت گر نہیں دیوانہ دل

تیرا رسوا

پروانہ شمع رخ زیبا ہوں ترا
دلباختہ قامت رعنا ہوں ترا
اے دوست ! ترے ہجر میں آشفتہ ہوں
بس رخ سے نقاب اٹھا کر رسوا ہوں ترا

❁❁❁❁

باغ زیبائی

تیرا رخ حق میں ہمارے ، نور خلوت گاہ ہے
یاد رخ تیری فروغ قلب نا آگاہ ہے
باغ زیبا ئی کا ہے یکتا وہ اک سرو بلند
کس طرح دیکھیں کہ اپنی ہی نظر کوتاہ ہے

❁❁❁❁

فکر راہ

نہ ہوگی ہم سے اطاعت چلو گناہ کریں
ہٹا دو مدرسہ رخ سوئے خانقاہ کریں
صدائے ساز انا الحق تو ہے مے رہ منصور
سہارا چاہئے یارب کہ فکر راہ کریں

دور پھینک

فرہاد ہو، جا اور الٹ دے یہ پہاڑ
لے تیشہ عشق اور اسے جڑ سے اکھاڑ
جلوہ بھی ہے طور بھی ! تو موسیٰ بن کر
اک اس کے دل میں جو بستی ہو، اجاڑ

مفتوں

دیوانہ ہو، اس عقال پا کو واکر
طاؤس ! نکل کے زاغ کو رسوا کر
دیوانہ بتائے گا نہ حال دل و عقل
مفتوں عقال وعقل کو پیدا کر

❀❀❀❀

ایک نظر ادھر دیکھ !

اے شادی دل ، غصہ دل، اے غم دل !
اے زخم دل غمزدہ ، اے مرہم دل !
اک ذرّہ ناچیز پہ کر ایک نظر
آفاق پہ لہرائے ذرا پرچم دل

چراغ

تو عقدہ کشائے دل دیوانہ ہے
رخ کی ترے ضو چراغ کا شانہ ہے
یہ پردہ اٹھاکر راہ مل جائے تری
اب تک رخ سے آنکھ بیگانہ ہے

❁❁❁❁

اے مہر!

اے مہر! کر طلوع، کہ ہم سب ہیں محو خواب
برداشت تیرا ہجر ہو، لائیں کہاں سے تاب
ہر سو ہے تیرا نور ہمیں کیا دکھائی دے
ہیں چشم شپرّہ پہ تو پیدائشی حجاب

کوئے غم

نہیں کچھ اور، ترے عشق سے دوچار ہیں ہم
ہے دل میں یاد ترے رخ کی، سوگوار ہیں ہم
قبول کر ہمیں یا دور کر برابر ہے
کہ ترے غم میں بہر حال پائدار ہیں ہم

❁❁❁❁

محفل دوست

بس، محفل دوست میں دھواں ہے اور دم
اور حلقہ صوفی میں نہ "لا" ہے نہ "نعم"
ہے حسرت غم ' یا ہے تمنائے خوشی ؟
جا اور کہیں یاں نہ خوشی اور نہ غم

خار راہ

یہ فلسفہ ، جس کو علم اعلیٰ سمجھا
ہر علم سے سربلند وبالا سمجھا
یہ خار رہ سالک عاشق بھی نہیں
تو زیب وہ عرش معلیٰ سمجھا

❁❁❁❁

نقطہ عطف

خم کھول کہ منتظر ہیں مستاں
مت دیکھ سوئے ہوا پرستاں

کر مجھ سے قبول رمز مستی بن طفل بہ حلقہ دبستان
آرام وہ گل صفا رہ بن ابر بہاری گلستاں
تاریخ جمال کا ہو اک جز سن گفتگوئے ہزار دستاں
پیمانہ اٹھا کر نغمہ خوان ہو جا، جانب بزم تنگدستاں
اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

میں شاہد شہر آشنا ہوں
میں شاہ ہوں، عاشق گدا ہوں

فرماں وہ جمع عاشقاں ہوں فرماں بر یار بے وفا ہوں
ہے شہر سے آگے میرا شہرہ بازیچہ دور و آشنا ہوں
سرمست شراب ناب ہوں میں میں کشتہ ہجر دلربا ہوں
سانندۂ دیر عاشقاں ہوں بازندۂ رند بے نوا ہوں
نے سے ہی نہیں، زبان و دل سے اور روح ورواں سے نغمہ زا ہوں
اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

❀❀❀❀

ایک راز ہے میری آستیں میں
یہ راز نہیں ہے عقل ودیں میں

ہوں زمرۂ عاشقاں میں سرمست میں کیوں پڑوں عار صلح وکیں میں
شامل صف طیر آسماں میں ہوں حلقہ نملہ زمیں میں
سمجھے مجھے عاشقاں ''چناں'' میں جانے مجھے سالکاں چنیں میں
دلباختہ جمال دلبر بے لطف ہوں روضہ بریں میں
ہے غمزہ ٔ گل رخاں نظر میں کیوں گم رہوں ناز حور عین میں
کہتی ہے یہ میری بے زبانی ہوں محو ، بتاں نازنین میں
اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

❀❀❀❀

اک رند کے دل سے آہ نکلی
تھی اس کو تلاش دستگیری

لایا گیا اس کو پیر کے پاس — اور عشق سے اس نے توبہ کرلی
پھر لایا نہ لب پہ عشق کا نام — زندہ ہوا دل بہ فیض پیری
درویش صفت اگر نہیں تو — پھر خیر نہیں ہے تیرے دل کی
میخانہ نہیں ہے فخر کی جا — ہے جائے معاصی وخموشی
کہہ حلقہ دوستاں میں با ناز — آہستہ ، مگر بصد دلیری

اے نطفہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

❁❁❁❁

اے پیک صدائے آسمانی
اے رمز ندائے جاودانی

اے قلۂ کوہ عاشق وعشق — اے مرشد ظاہر و نہائی
اے جلوۂ کامل انا الحق — در عرش بلند ایں جہانی
اے موسیٰ برق دیدۂ عشق — اے شاہد لا طور
اصل شجر اک ظہور تیرا — در پردۂ سرّ سر مدانی

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

❁❁❁❁

دیکھے ہے نگاہ ابن آزر
مغرب سے طلوع حق کا منظر

گلشن ہے ترے فراق کی آگ اور برد و سلام سوز اخگر
پردہ رخ یار سے ہٹا دے دکھلا دے وہ روئے گل مصور
نور رخ گلعذار سے اب ہے شہر قلندراں منور
آشفتہ ہوئی جو زلف اس کی تھا گل کی طرح جہاں معطر
درویش کے گوش جان ودل میں کہہ دے یہی اک سخن مکرر

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

❀❀❀❀

منجملہ سالکان درویش
کچھ رند صبور و دور اندیش

کچھ زاہد خشک جام برکف وہ مے زدگان فارغ از خویش
زاہد تو بنے ہیں اور مے نوش ! شکلیں علماء کی اور بد کیش
بیگانہ راہ دوست یہ لوگ یانوش ہے ان کے پاس یا نیش
اک جام میں فارغ جہاں ہیں درخلوت میکشان دل ریش
ہیں لاف زنان کیف ومستی برپاک دلان مردہ ، از پیش

اے نقطہ عطف راز ہستی
لے دوست سے بڑھ کے جام مستی

❀❀❀❀❀❀❀

☆☆☆

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH 7211795

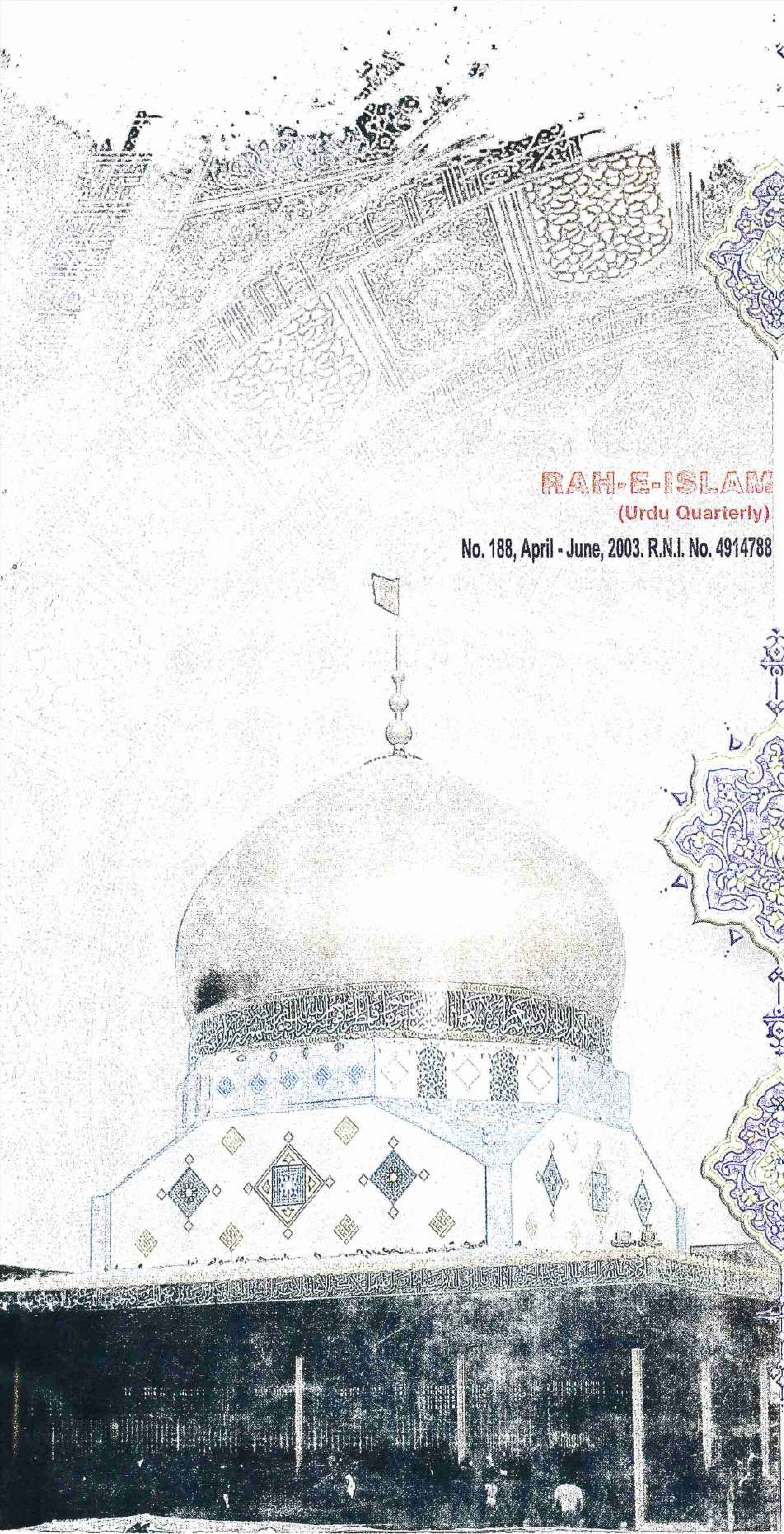

RAH-E-ISLAM
(Urdu Quarterly)
No. 188, April - June, 2003. R.N.I. No. 4914788